
فقر کا دُنیا میں واحد ترجمان
ماہنامہ
سُلطان الفقر
لاہور
پاکستان
فروری 2011ء
ربیع الاوّل ۱۴۳۲ھ
مُحمّد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عید میلاد النبیؐ نمبر
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُنؐ کا
خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اُنؐ کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔ پ۲۱ سورۃ العنکبوت ۶۹

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ (الحدیث)

فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے


فقر کا دُنیا میں واحد ترجمان

# ماہنامہ سُلطانُ الفقر لاہور پاکستان

| شمارہ نمبر | فروری 2011ء | ربیع الاول ۱۴۳۲ھ | جلد نمبر |
| --- | --- | --- | --- |
| 07 | | | 05 |






فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان

**محمد اصغر علی** رحمتہ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

خادم سلطان الفقر

**سلطان محمد نجیب الرحمن** سروری قادری


| | | | |
| --- | --- | --- | --- |
| چیف ایگزیکٹو | محمد نوید شوکت سروری قادری 0333-4299658 | مدیرِ اعلیٰ | محمد اسد سروری قادری |
| مدیرہ ادارت | عنبرین مغیث سروری قادری | مدیر | حماد الرحمٰن سروری قادری 0321-9618702 |
| مدیرِ ترسیل | محمود احمد سروری قادری | مدیر معاون آرٹ وخازن | محمد ناصر حمید سروری قادری |



مقامِ اشاعت اور پتہ برائے خط وکتابت

**سُلطانُ الفقر ہاؤس**

4/A-ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ
ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

PTCL V 042-35031210,35436600

PTCL V پر رابطہ روزانہ شام 7 بجے سے رات 10 بجے تک اور اتوار کے دن 1 بجے سے رات 10 بجے تک

**Cell: 0322-4722766**

E-mail: sultanulfaqar@yahoo.com

**روحانی مرکز:** المرتضیٰ: 20 ہدایت اللہ بلاک مصطفیٰ ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 54790


# فہرس






زرِ تعاون: فی شمارہ 30 روپے — سالانہ چندہ 350 روپے

پبلیشر ناصر حمید سروری قادری نے سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور کے زیرِ اہتمام آر۔ٹی۔ پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر سلطان الفقر ہاؤس 4/A۔ ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ لاہور سے شائع کیا



## حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ

اَبرِ رحمت کا ہو سایہ تیرا
مجھکو کافی ہے سہارا تیرا

تہی دامن ہوں زادِ راہ بھی نہیں
آساں کردے تو یہ سفر میرا

مجھکو گرداب سے بچا یاربّ
پار لگ جائے سفینہ میرا

صخرہءِ دِل کے پاس آبِ حیات
خضرِ راہ ہاتھ پکڑ لے

ایک قطرہ حیات مجھکو پلا
زندہ ہو جائے یہ قلب میرا

دور ہو جائیں ظلمتوں کے حجاب
اسمِ 'ھُو' سے ہو اجالا تیرا

سَر جھکاؤں تو تیرے جلوے ہوں
دِل میں ہو ایسا ٹھکانہ

کر عطا قلب و نظر میں قُوت
نفس ہو جائے ناتواں میرا

خالی دامن تُو رآز کا بھر دے
رَبِّ ذِی القُوّت متین میرا



## نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کیسی خوش بخت ہوائیں ہونگی
سوئے طیبہ جوچل رہی ہونگی

گنبدِ خضریٰ کے بوسے لے کر
جھومتی اور مچلتی ہونگی

واہ مقدر بلالؓ حبشی تیرا
راحتِ جاں اذاں تیری ہوگی

میرے آقاؐ کے غلاموں جیسی
کب کسی اور کی قسمت ہوگی

جسکو مل جائے گدائی دَر کی
شاہی قدموں کو چومتی ہوگی

گزر آقاؐ کا جدھر سے ہوگا
وہ فضائیں ہی مہکتی ہونگی

چھو کے نعلینِ پاک کو مٹی
لال و یاقوت بن گئی ہوگی

رآز آنکھیں ترس گئی ہیں میری
کب زیارت میرے آقاؐ ہوگی

شاعرہ: طاہرہ مرزا چغتائی رآز (اسلام آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

خیالِ خواندن چندیں کتب چراست ترا الف بس است اگر فہم این اداست ترا

☆ ترجمہ: تجھ پر اس قدر کتابیں پڑھنے کی دُھن کیوں سوار رہتی ہے؟ اگر تُو صاحبِ فہم ہے تو تیرے لئے ''علم الف'' (اسم اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (فرمانِ باھُوؒ)

الف اللہ چنبے دی بُوٹی میرے من وچ مرشد لائی ھُو



# شرحِ نورِ محمد، روحِ محمد اور جسدِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

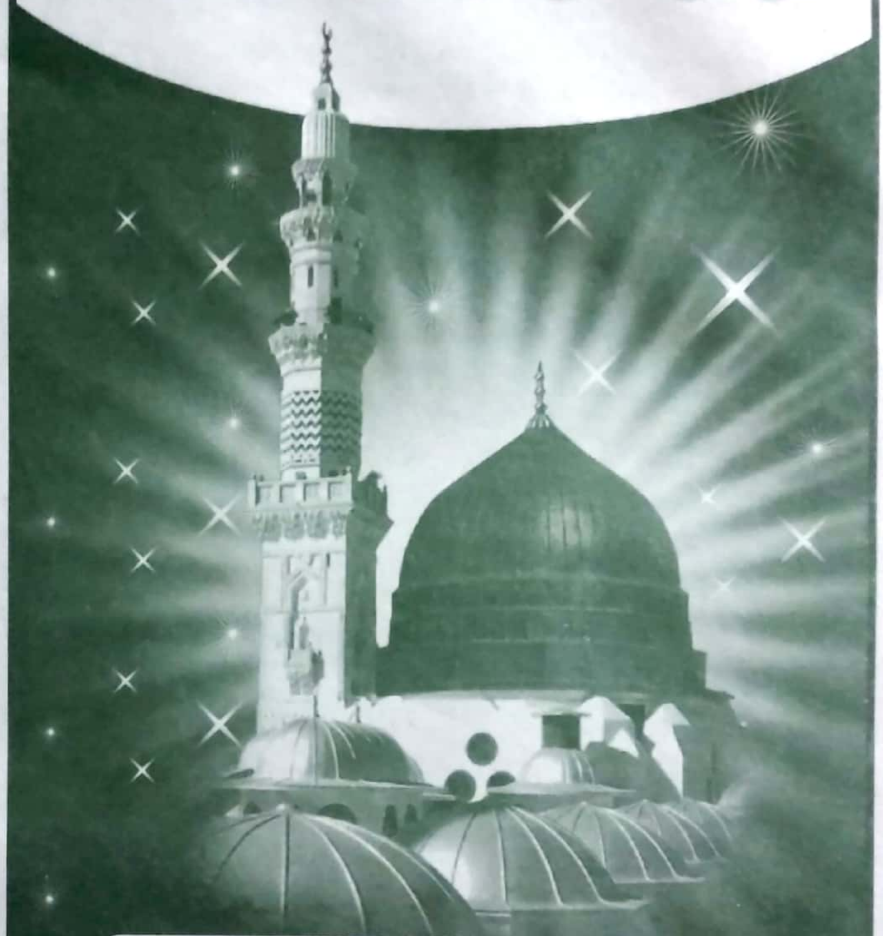
جب اللہ تعالیٰ نے اپنی خداوندی کو ظاہر کرنا چاہا تو اپنی ذات کے نور سے ایک نور کو جدا فرمایا اور جب اپنی محبت و معرفت و جمالیت کے آئینے میں اُس نور کو دیکھا تو خود ہی اُس کے اشتیاق میں مبتلا ہو گیا اور اُسے نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا خطاب دیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام حبیب اس وجہ سے پڑا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا: ''اے حبیبؐ! جنبش فرماؤ اور ہم سے کلام فرماؤ۔'' اس پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنبش فرمائی اور بولے: ''یا اللہ جل جلالہٗ'' اسمِ اَللّٰہُ کا اظہار سب سے پہلے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو لاکھ تہتر ہزار (2,73,000) سال اپنے مدِنظر رکھا۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے لطف و کرم سے فرمایا: ''اے نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ڈھل جا۔'' اس حکم پر نورِ محمد ﷺ سے روحِ محمد ﷺ پیدا ہوگئی۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا: ''اے روحِ محمد! (ﷺ) اُٹھ اور مجھ سے کلام کر۔'' روحِ محمد ﷺ نے کہا! ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ'' اور اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا: ''وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' اس کلمۂ توحید سے فقرِ معرفتِ توحید کی نوری صورت پیدا ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوری صورت روح سے بولی: ''السلام علیکم یا روحِ محمد (ﷺ)'' روحِ محمد ﷺ نے جواب دیا: ''وعلیکم یا صورتِ نورِ فقرِ توحیدِ معرفتِ الٰہی۔'' اس کے بعد روحِ محمد ﷺ کی خواہش پر فقرِ معرفتِ توحیدِ الٰہی کی نوری صورت نے روحِ محمد ﷺ کے دِل میں سکونت اختیار کر لی اور تصدیقِ قلبی کے ساتھ وجودِ محمد ﷺ سے یک وجود و یکتائی ہوگئی۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا: ''اے روحِ محمد (ﷺ) اُٹھ اور ہمارے ساتھ مزید کلام کر۔'' اس پر روحِ محمد ﷺ نے کہا! ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے فرمایا: ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' اس کلمۂ پاک کے نور سے علمِ اسلام و ذکر اللہ و کلام اللہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ صورتِ علم نے روحِ محمد ﷺ سے کہا ''السلام علیکم یا روحِ محمد ﷺ۔'' روحِ محمد ﷺ نے فرمایا: وعلیکم السلام یا علمِ کلام اللہ۔'' روحِ محمد ﷺ نے صورتِ علم کو تعظیم دی، اُسے پسند فرمایا اور بوسہ دے کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔ علم نے آپ کی زبان مبارک پر سکون و قرار پکڑا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے اُس کا مطالعہ فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین لاکھ تینتیس ہزار سال تک روحِ محمد ﷺ کو علم سکھایا، اُس کے دَور کرائے اور اُس کا حافظ و محافظ بنایا۔ اُس وقت وحی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ''اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ'' (پارہ۳۰، العلق ۵) (ترجمہ: جو اُس وقت ہوا تھا وہ اب بھی ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔) اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ (فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہوتا ہے) کا مصداق بننے والا، معرفتِ الٰہی کے کمال پر پہنچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر بننے والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے یگانہ ہونے والا فقیر وہ ہے جو آپ کی اس حقیقت سے واقف بھی ہو اور مشاہدہ وصال سے مشرف بھی ہو۔ ایسے منتہی احوال پُر اسرار کا حامل لازوال فقر وہ ہے جس کے بارے میں فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ''فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہوتا ہے۔''

میرا یہ دعویٰ میرے حال کے عین مطابق ہے کہ مقامِ نورِ محمد ﷺ کی حضوری اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طالب ہو، آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر چکا ہو اور اُس پر مقامِ نورِ محمد ﷺ کھل چکا ہو اور حقیقتِ ابتدا و انتہائے نورِ ''اَللّٰہُ'' طالب محمد رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی کرے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے: اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ ط (ترجمہ: میرے وہ اولیا بھی ہیں جو میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں اُنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔) اسی حقیقت کے تناظر میں فرمایا گیا ہے: مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔) جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے روحِ محمد ﷺ کی دائیں جانب جمالیت کی نظر سے دیکھا اور زبانِ قدرت سے فرمایا: ''کُنْ'' (ہو جا) اور ''فَیَکُوْنُ'' (پس ہو گیا) اور کل مخلوقات جن انس و ملائکہ اور اٹھارہ ہزار عالم کی کل موجودات و وحوش و طیور پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بائیں جانب نظر کی تو اُس سے نارِ شیطانی اور دنیا و نفسِ امارہ پیدا ہو گئے۔ تیسری مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد و جسم کو تعلیم و تلقین کی گئی چنانچہ آپؐ معراج کی رات براق پر سوار ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آپؐ کے ساتھ پیدل چلے۔ آگے جا کر جبرائیلؑ بالائے عرش جانے سے معذور ہو گئے مگر آپؐ آگے چلے گئے اور قابَ قوسین اَوْ اَدنیٰ کے مقام پر جا پہنچے اور وہاں جو دیکھنا تھا وہ دیکھا اور جو سننا تھا وہ سنا۔

دید محمدؐ نہ بہ چشم دگر بلکہ بداں چشم کہ دارد بہ سرّ

(ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں جو کچھ دیکھا کسی اور آنکھ سے نہیں بلکہ سرّ کی آنکھ سے دیکھا۔) مرشدِ کامل وہ ہے جو نورِ طالب کو مجلسِ نورِ محمد ﷺ میں پہنچائے، روحِ طالب کو محفلِ روحِ محمد ﷺ میں پہنچائے اور جسمِ طالب کو صحیح حلیے کے مطابق جسمِ محمد ﷺ تک پہنچائے۔ جس مرشد کو یہ توفیق نہیں اُس سے تلقین لینا حرام ہے۔ (سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی تصنیف ''محک الفقر'' سے اقتباس)

# نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر



خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں یعنی اس کائنات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہی تخلیق اور آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لفظِ کُن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخلیق ہی کے لئے کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام کائنات کی تخلیق مرحلہ وار عمل میں آئی۔ یعنی کائنات کا منبع و مصدر جس سے ساری کائنات وجود میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ذات پاک ہے۔ تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوّل اور ظہور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آخر ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اوّل و آخر بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

○ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (پ۲۷۔الحدید۳)

☆ ترجمہ: وہی اوّل آخر اور ظاہر باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

مفسرینِ حق اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

❁ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ (باب۔دہم) میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں، باطن ہیں اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔

❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ ○

ترجمہ: ''اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نُور کو پیدا فرمایا۔'' ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ○

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

☆ مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:۔

○ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ كُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ ○

○ ترجمہ: میں اللہ پاک کے نُور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نُور سے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نُور مبارک سے تمام انسانوں کی اَرواح کو پیدا فرمایا۔

حدیثِ قدسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا:۔

❁ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

☆ ترجمہ: اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ کائنات ہی تخلیق نہ کرتا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔

❁ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ ۔

☆ ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ہی ظاہر نہ کرتا۔ (اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔)

اس کائنات میں اگر اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق کر کے مخلوقات میں اپنے رب اور خالق و مالک ہونے کو ظاہر کیا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے ورنہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اگر آپ نہ ہوتے تو میں بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

اے کہ تیرے وجود پہ خالقِ دو جہاں کو ناز
اے کہ تیراً وجود ہے وجہ وجود کائنات

❁ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

☆ کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْن۔

☆ ترجمہ: میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

❁ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

☆ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ص وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا O لِّیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ج وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا O

(پ ۲۱۔ احزاب ۷۔۸)

☆ ترجمہ: اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یاد فرمائیں جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، نوح سے، ابراہیم سے، موسیٰ سے، اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے۔ اور ہم نے ان سب سے سخت عہد لیا تاکہ سچوں سے ان کے صدق کا سوال کریں۔ اور کافروں کے لئے درد ناک عذاب تیار رکھا ہوا ہے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی:۔ ''خلقت کے لحاظ سے میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے آخر میں ہوں۔'' (دلائل النبوۃ)

مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔'' اسی آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میثاق کب لیا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ جب آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔ اسی آیت کی تفسیر میں امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ نے ثعلبی رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ ''میں خلقت میں تمام انبیاء کرامؑ سے اوّل ہوں اور دنیا میں تشریف آوری میں اُن سے آخر میں ہوں۔''

❁ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

☆ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔

☆ ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا نہیں کھولا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا کو۔ مفسرین نے اس آیت کی شرح یوں فرمائی ہے کہ کسی چیز کے اوّل کو صدر کہا جاتا ہے یہاں ''صدر'' کے لفظ کو استعمال کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں سے اوّل ہیں۔

❁ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:-

☆ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلَ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ فَجَعَلَ ذَالِكَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَمْ یَكُنْ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّ لَا قَلَمٌ وَّ لَا جَنَّةٌ وَّ لَا نَارٌ وَّ لَا مَلَكٌ وَّ لَا سَمَاءٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّ لَا جِنِّیٌّ وَّ لَا اِنْسِیٌّ۔

☆ ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے بتلا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ فرمایا! اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا گردش کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان تھا۔ نہ سورج تھا نہ چاند تھا۔ نہ جن تھے۔ نہ انسان تھے۔ (یعنی اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔) (زرقانی جلد 1 صفحہ 46)

❁ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ:-

☆ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا۔ اَنَا الَّذِیْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَوَّلَ كُلِّ شَیْءٍ نُوْرِیْ فَسَجَدَلِلّٰهِ فَبَقِیَ فِیْ سُجُوْدِهٖ سَبْعَ مِائَةِ عَامٍ فَاَوَّلُ كُلِّ شَیْءٍ سَجَدَلِلّٰهِ نُوْرِیْ وَلَا فَخْرَ یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا اَنَا الَّذِیْ خَلَقَ اللّٰهُ الْعَرْشَ مِنْ نُوْرِیْ وَالْكُرْسِیَ مِنْ نُوْرِیْ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ نُوْرِ الْاَبْصَارِ مِنْ نُوْرِیْ وَالْعَقْلَ مِنْ نُوْرِیْ وَنُوْرَ الْمَعْرِفَةِ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ نُوْرِیْ وَلَا فَخْرَ۔ (جواہر البحار جلد 2)

☆ ترجمہ: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا تو میرے نور نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ سات سو سال سجدہ میں رہا۔ تو سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا وہ میرا نور تھا۔ اور یہ بات میں فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔ اور کرسی کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور سورج و چاند اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور عقل کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کے دلوں میں نورِ معرفت کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:-

☆ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَئَالَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَمْ عُمِّرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ غَیْرَ اَنَّ كَوْكَبًا فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ یَظْهَرُ فِیْ كُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَاَیْتُهٗ اثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا جِبْرِیْلُ وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ۔

☆ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرائیل علیہ

السلام سے سوال فرمایا کہ آپ نے عمر کے کتنے سال گزار لئے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات سے چوتھے پردہ میں ستر ہزار (70000) سال کے بعد ایک نوری تارا ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اُسے بہتر ہزار (72000) مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے جبرائیل (علیہ السلام) میرے ربّ کی عزت کی قسم وہ تارا میں ہی ہوں۔ (جواہر البحار جلد2۔ روح البیان جلد2۔ سیرت حلبیہ جلد1۔)

❁ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب سرّ الاسرار میں تخلیقِ کائنات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

☆ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے تخلیق فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے:-

☆ خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نُوْرِ وَجْہِیْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ فَالْمُرَادُ مِنْہَا شَیْءٌ وَاحِدٌ وَھُوَ الْحَقِیْقَۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ۔

☆ ترجمہ: میں نے سب سے پہلے اپنے نور سے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تخلیق فرمایا۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو تخلیق فرمایا نیز فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا اور فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو تخلیق فرمایا اور کہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان تمام کلمات طیبات سے ایک ہی شے مراد ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اسی حدیثِ قدسی کی شرح کرتے ہوئے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا نام نامی اسم گرامی نور اس بنا پر رکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظلماتِ جلالیہ سے پاک وصاف ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:- "بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب آئی۔ (المائدہ۔پ6) نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس اور کتاب قرآنِ مجید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات کو عقل سے تعبیر فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو تمام کلیات کے ادراک سے نوازا گیا ہے اور قلم سے موسوم فرمانا اس لئے ہے کہ قلم علم کو منتقل کرنے کا باعث ہے۔ جیسے حروف کے عالم میں علم اس کا سبب ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام موجودات و تخلیقات کا خلاصہ اور کائنات کی تخلیق کا آغاز اور اصل ہیں اور علمِ لدنی عطا کرنے کا ذریعہ ہیں۔

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

❁ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

☆ جان لو جب اللہ واحد نے حجلۂ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظہور فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے حسن و جمال کے جلووں کو صفائی دے کر عشق کا بازار گرم کیا جس سے ہر دو جہان اس کے حسن و جمال پر پروانہ وار جلنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے میم احمدی کا نقاب پہنا اور صورت احمدی اختیار کرلی۔ (رسالہ روحی شریف)

جب کائنات میں کچھ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے کائنات تخلیق کرنے اور مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن و جمال کے جلوہ سے نور احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تخلیق فرمایا۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

❁ حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوّل و آخر ہونے کی ایک خوبصورت مثال دی ہے:-

☆ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک تاجر ہے وہ اپنے خزانے کے اوپر غالیچے لپیٹ کر رکھے مگر اس کے اندر ایک دوسرے کے اوپر کئی کپڑے بھر دے تو اس صورت میں جب وہ اس غالیچے کو کھولے گا تو جو کپڑا سب سے پہلے رکھا ہوگا وہ سب سے آخر میں نکلے گا۔ آپؒ اپنی کتاب شجرۃ الکون میں فرماتے ہیں کہ:- "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کا حال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح سب سے پہلے وجود میں آئی اور سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اوّل و آخر کہا گیا۔

❁ حضرت عبد الکریم الجیلیؒ اپنی کتاب انسانِ کامل میں فرماتے ہیں:-

☆ اَلْکُلُّ فِیْہِ وَمِنْہُ وَکَانَ عِنْدَہٗ۔

ترجمہ: سب کچھ آپ ﷺ میں ہے، آپ ﷺ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے تھا اور ہوگا۔

## اطلاع برائے سالانہ خریداران

اگر سامنے دائرہ میں سرخ نشان موجود ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس ماہ سے آپ کی سالانہ ممبرشپ ختم ہو رہی ہے۔
رسالہ کی ترسیل جاری رکھنے کے لئے سالانہ چندہ ارسال کریں یا VPP کے لئے لکھیں۔

**معذرت:** عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر خصوصی شمارہ شائع کرنے کی وجہ سے اس ماہ "شرح مراۃ العارفین" شائع نہیں کی جارہی۔

# نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

✿ ارشادِ ربانی ہے:

☆ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○

(پ۶۔المائدہ۔۱۵)

☆ ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں) آیا اور ایک روشن کتاب آئی۔

جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں ''نور'' سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور کتاب قرآنِ مجید ہے۔

☆ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ○ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۔ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔

(پ۱۸۔النور۔۳۵)

☆ ترجمہ: اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ ہے۔ چراغ فانوس میں ہے۔ فانوس ایسے ہے کہ ایک موتی جو ستارے کی مانند چمکتا ہے۔ یہ چراغ اس برکت والے پیڑ زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے۔ اگرچہ اُسے آگ نہ بھی چھوئے۔ نور پر نور چھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نور کی طرف اُسی کو ہدایت دیتا ہے۔ جو اس کا طالب بنتا ہے۔

یہاں بھی ''مَثَلُ نُوْرِهٖ'' سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مراد ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان آیات مقدسہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے۔ فانوس آپ کا قلبِ مبارک ہے اور چراغ نبوت ﷺ کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی ﷺ کی روشنی و ضیاء اس مرتبہء کمال پر ظہور پذیر ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے نبی ہونے کا اعلان بھی نہ فرمائیں تو تب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے کہ آپ نبی ہیں۔

✿ پہلے مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ:-

☆ طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور فانوس آپ ﷺ کا قلب اطہر ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی ہے) ایک شجرۂ مبارکہ سے روشن ہے، وہ شجرِ مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نورِ قلب ابراہیم علیہ السلام پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور پر نور ہے۔

☆ امام عبد الرزاقؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے میں نے اپنے آقا ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح تھی نہ قلم، بہشت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، آسمان تھا، نہ زمین، سورج تھا، نہ چاند، جن تھا اور نہ انسان۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔'' آگے طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ پھر ساری کائنات کی تخلیق اسی نور کے توسط سے ہوئی۔

☆ امام قسطلانیؒ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو حکم فرمایا کہ انوارِ انبیاء پر توجہ کرے پس حضور ﷺ کے نورِ مبارک نے دیگر انبیاء کرام کی ارواح و انوار پر توجہ فرمائی تو اس نور نے ان سب انوار کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کی باری تعالیٰ ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:- یہ محمد ﷺ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا جائے گا اس پر سب ارواح انبیاء نے عرض کیا باری تعالیٰ ہم ان پر ایمان لائے

ہیں۔ اس کا مکمل ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:۔

☆ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر کے مبعوث کروں تو اس کے بعد تمہارے پاس میرا پیارا رسول آجائے تو سب اس پر ایمان لانا اور اس (کے مشن میں اس) کی مدد کرنا۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد بھی لیا کہ وہ اپنی اپنی امت کو بھی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کی تلقین کرتے رہیں گے چنانچہ تمام انبیاء کرام نے ایسا ہی کیا۔ (المواہب اللدنیہ)

☆ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر ہی میں تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ (احمد اور بیہقی)

☆ احکام ابن القطان میں حضرت زین العابدینؓ سے روایت ہے وہ اپنے محترم والد حضرت امام حسینؓ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

☆ حضرت میسرہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہلِ جنت کے خیموں پر لکھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرشِ اعظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔ (محدث ابن جوزی نے اسے الوفاء میں روایت کیا ہے)

☆ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل جس وقت اس کے اقتدار اور سلطنت کا عرش عالم مادی میں فقط پانی پر تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اُم الکتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا اس میں ایک بات یہ تھی ان محمد ﷺ خاتم النبیین (محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں)۔ اسے امام نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے الانوار المحمدیہ میں نقل کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں سال سے مراد ہمارے ماہ و سال نہیں کیونکہ اس وقت تو سورج اور شب و روز وجود میں نہیں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس مدت سے حقیقت میں کتنا زمانہ مراد ہے۔ قرآنِ مجید میں قیامت کے ایک دن کی مدت پچاس ہزار سال بتائی گئی ہے اگر یہ اعتبار سامنے رکھا جائے تو خدا جانے اس عرصے کی درازی کا عالم کیا ہوگا۔

☆ حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

☆ یہ روایت دوسرے طریق پر اس طرح آئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو نام کے ساتھ ابو محمد ﷺ کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کی باری تعالیٰ میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اوپر اٹھاؤ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نورِ محمدی ﷺ جلوہ گر تھا حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین پر محمد ﷺ ہے اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا فرماتا۔

☆ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اے پروردگار میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ جب تو نے اپنی طرف سے میرے اندر روح پھونکی تو میں نے جو سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تم سچے ہو۔ واقعی محمد ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ امام طبرانیؒ نے اس کا ذکر کر کے مزید یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی تو سراج منیر کا نام دیا ہے۔ کبھی نجم، کبھی فجر، کبھی شمس اور کبھی قمر کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اور اس کا مدعا یہ ہے کہ تشبیہات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

نورانیت کو ظاہر فرمایا جائے۔

❁ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسرور حالت میں میرے گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے نقوش بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔ (صحیح بخاری)

❁ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

☆ لَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعْ شَمْسٍ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُهٗ ضَوْءَهَا وَلَا مَعْ سِرَاجٍ (قَطُّ) اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُهٗ ضَوْءَهٗ۔ (نسیم الریاض جلد 3 زرقانی جلد 4)

☆ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ ﷺ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی۔ اور جب بھی آپ ﷺ سراج (چراغ) کے مقابل ہوتے تو آپ ﷺ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب رہتی۔

❁ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

☆ لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰى اَنْوَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ كَفِّيْ عَلٰى عَيْنِيْ خَوْفًا مِّنْ ذَهَابِ بَصَرِيْ۔ (جواہر البحار جلد ۲)

☆ ترجمہ: جب میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار کی طرف دیکھا تو اپنی آنکھوں پر اس خوف سے ہاتھ رکھ لئے کہ کہیں میری قوتِ بصارت ہی نہ چلی جائے۔

جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو حضرت عباسؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوحؑ کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود کا گلزار ہو جانا حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی مدح میں یوں فرماتے ہیں:-

1 اَنْتَ الَّذِيْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرءٌ
كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَا

2 اَنْتَ الَّذِيْ مِنْ نُّوْرِكَ لِلْبَدْرِ السَّنَا
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا

3 اَنْتَ الَّذِيْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ
مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَا

4 وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ
بَرْدًا وَّقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَا

5 وَدَعَاكَ اَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَّسَّهٗ
فَاُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَا

6 وَبِكَ الْمَسِيْحُ اَتٰى بَشِيْرًا مُّخْبِرًا
بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَا

7 كَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا
بِكَ فِي الْقِيٰمَةِ مُحْتَمًا بِحِمَاكَا

8 وَالْاَنْبِيَاءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِي الْوَرٰى
وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاكُ تَحْتَ لِوَاكَا

1 آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی اگر آپ ﷺ نہ ہوتے۔

2 آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نورِ زیبا سے چمک رہا ہے۔

3 آپ وہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے لغزش کے سبب سے آپ کا وسیلہ پکڑا۔ تو وہ کامیاب ہو گئے حالانکہ آپ کے باپ ہیں۔

4 آپ ہی کے وسیلہ سے خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آگ اُن پر ٹھنڈی ہوگئی اور بجھ گئی۔

5 اور ایوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس پکارنے پر اُن کی مصیبت دُور ہوگئی۔

6 اور مسیح علیہ السلام آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی صفاتِ حسنہ کی خبر دیتے اور آپ کی بندگی کی مدح کرتے ہوئے آئے۔

7 اسی طرح موسیٰ علیہ السلام آپ کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت میں آپ کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے رہے۔

8 اور انبیاء اور مخلوقات میں سے ہر مخلوق اور پیغمبر اور فرشتے آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم نے عتبہ بن عبد سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ سیدہ، طاہرہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان مذکور ہے کہ:-

☆ قَالَتْ اِنِّيْ رَاَيْتُ اِنَّهٗ خَرَجَ مِنِّيْ نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ (خصائص کبریٰ جلد 1)

☆ ترجمہ: فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور خارج ہوا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

❁ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت میری والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھیں وہ فرماتی ہیں کہ:- اس گھر میں مَیں جس چیز کی طرف نظر کرتی وہ منور نظر آتی اور اُس رات میں نے دیکھا کہ تارے بالکل قریب آگئے۔ یہاں تک کہ میں کہتی تھی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تولد فرمایا تو ان سے نور چمکا جس کی وجہ سے گھر کے در و دیوار روشن ہوگئے۔ یہاں تک کہ مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔ (خصائص کبریٰ۔ جلد اوّل)

❁ ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں:-

☆ كُنْتُ اَخِيْطُ فِي السَّحْرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ لِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ يَا حُمَيْرَا الْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ ثَلَاثًا لِمَنْ حَرَمَ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِيْ۔ (خصائص کبریٰ جلد 1۔ شمائل الاتقیاء، جواہر البحار جلد 4)

☆ ترجمہ: سحر کے وقت میں سلائی کر رہی تھی کہ مجھ

سے سوئی گر گئی۔ میں نے اُسے تلاش کیا مگر مجھے وہ نہ ملی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کے نور کی شعاع سے مجھے وہ گم شدہ سوئی نظر آگئی۔ میں نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حمیرا ہلاکت ہے۔ ہلاکت ہے۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے اپنی نظر کو میرے چہرے کی دید سے محروم رکھا۔

❀ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:۔ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر سے لے کر قدم تک سارے کے سارے نور تھے اور حیرت کی آنکھ آپ کے جمال با کمال میں خیرہ ہو جاتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند و سورج کی طرح منور اور روشن تھے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور نہ ہی آپ ﷺ کے حسنِ مبارک کا ادراک ممکن ہوتا۔ (مدارج النبوۃ جلد 1)

❀ مُلا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

☆ اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے پردہ نے اُن کی آنکھوں کی بینائی کو ڈھانپ دیا تھا۔ (شرح شمائل)

❀ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اس سے زیادہ کچھ کریں گے جو کہ یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔

❀ حضرت شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو ستر ہزار پردوں میں چھپا دیا جائے تاکہ چاند اور سورج کی روشنی چھپ نہ جائے۔ (شمائل الاتقیاء)

❀ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ (اے طالبِ حق) اس بات کا یقین کر لے بے شک اگر تو تمام موجودات کے سارے انوار، عرش و فرش اور آسمانوں، زمینوں بہشتوں، پردوں اور ان کے اوپر نیچے کے سب انوار جمع کر کے دیکھے تو نور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حصہ ہوگا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا نور عرش پر رکھ دیا جائے تو عرش پگھل جائے۔ اور اگر عرش کے اوپر والے ستر حجابات پر رکھ دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر باریک اون کی طرح اڑنے لگیں۔ اور اگر تمام مخلوق کو جمع کر کے اُن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور رکھ دیا جائے تو تمام مخلوق ریزہ ریزہ ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح ربّ تعالیٰ کی ذات اگر بے پردہ ہو جائے تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے۔ (جواہر البحار جلد ۲)

## منتقلی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورِ محمدی ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدمؑ یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حوا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوا حضرت شیث علیہ السلام کے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ وکمال کے لحاظ سے یکتا بنے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ'' حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک ہے سو اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا۔ سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔'' سو یہ وصیت نسل در نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تاکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل ہو۔

☆ حضور ﷺ کے نسب مبارک کے حوالے سے روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا نور اقدس جس پشت میں منتقل ہوتا اس کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ حتیٰ کہ المواہب میں ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں خوب چمکتا تھا اور اس نور کی ایسی عظمت تھی کہ بادشاہ بھی ہیبت زدہ ہو جاتے اور آپ کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔

☆ حافظ ابوسعید نیشاپوریؒ نے ابوبکر بن ابی مریمؒ اور سعید بن عمرو انصاریؒ کے ذریعے سے حضرت کعب الاحبارؒ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کا نور مبارک حضرت عبدالمطلبؓ میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دِن حطیم میں سو گئے۔ اٹھے تو آنکھ میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا تھا اور حسن و جمال میں بڑا اضافہ ہو چکا تھا انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ ان کے والد انہیں قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جوان کی شادی کا حکم دیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلا نکاح قیلہ سے کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا تو ان کے نصیب میں نورِ محمدی ﷺ آیا اور ان کے بطن سے حضرت عبداللہؓ متولد ہوئے۔

☆ حضرت عبدالمطلبؓ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ جب قریش میں قحط ہوتا تو وہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر پر لے جاتے اور ان کے واسطے اور وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ اس نورِ محمدی ﷺ کی برکت سے بارانِ رحمت سے نوازتا تھا۔ (کذافی المواہب)

☆ کتب سیر وفضائل میں بکثرت مروی ہے کہ جب ابرہہ بادشاہ کے اصحاب فیل نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے

کے لیے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تو حضرت عبد المطلبؓ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبلِ شبیر پر چڑھے۔ اس وقت آپ کی پیشانی سے نورِ مبارک اس طرح چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ آپ نے قریش سے کہا کہ بے فکر ہو جاؤ اس طرح نور چمکنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم غالب رہیں گے۔ حضرت عبد المطلب کے اونٹ کو ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ آپ ان کی واپسی کے لیے ابرہہ کے پاس گئے تو وہ حضرت عبد المطلبؓ کی نورانی شکل اور پیشانی میں چمکتے ہوئے نور کی عظمت و ہیبت سے مرعوب ہو گیا اور فوراً تخت سے نیچے اتر آیا۔ آپ کی بے حد تعظیم کی اور آپ کو اوپر بٹھایا اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا ہاتھی اس نور کے سامنے سجدے میں گر گیا جیسا کہ المواہب سیرت حلبیہ اور دیگر کتب میں منقول ہے اور اللہ نے اس ہاتھی کو زبان دی اور اس نے نورِ محمدی ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا جسے دوسرے لوگ بھی سمجھ گئے۔

☆ حضرت عبد المطلبؓ سے نورِ محمدی ﷺ حضرت عبد اللہؓ کی پیشانی میں منتقل ہوا۔ ابونعیم، خرائطی اور ابنِ عساکر نے بطریق عطاء حضرت عبد اللہ ابنِ عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد المطلبؓ اپنے فرزند حضرت عبد اللہؓ کو لے کر ایک کاہنہ کے پاس سے گذرے جو تورات، انجیل اور کتبِ سابقہ کی عالمہ تھی۔ اس کا نام فاطمہ خشعمیہ تھا۔ اس نے حضرت عبد اللہؓ کی پیشانی پر نورِ محمدی ﷺ چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبد اللہؓ کو نکاح کی دعوت دی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ پھر مذکور ہے کہ آپ کا نکاح جب حضرت آمنہؓ سے ہو گیا اور نورِ محمدی ﷺ ان کے بطن میں منتقل ہو گیا تو ایک روز حضرت عبد اللہ اسی فاطمہ نامی کاہنہ کے پاس سے دوبارہ گزرے اس نے آپ کی طرف توجہ تک نہ کی حضرت عبد اللہؓ نے پوچھا کیا بات ہے اس وقت مجھے دعوت نکاح دیتی تھی اور آج توجہ تک نہیں کرتی۔ اس خاتون نے جواب دیا جس نور کی خاطر میں آپ کی طرف راغب ہوئی تھی وہ کوئی اور خوش نصیب لے گئی اب مجھے آپ سے شادی کی حاجت نہیں۔ میری خواہش تھی کہ وہ نور مبارک میرے نصیب میں ہوتا مگر اب ایسا ممکن نہیں رہا وہ نور آپ سے جدا ہو چکا ہے۔

☆ مروی ہے کہ جس رات حضور ﷺ کا نور مبارک حضرت آمنہؓ کے بطن میں منتقل ہوا وہ جمعہ کی رات تھی اس رات جنت الفردوس کا دروازہ کھول دیا گیا اور ایک منادی نے تمام آسمانوں اور زمین میں ندا دی'' آگاہ ہو جاؤ وہ نور جو ایک محفوظ اور مخفی خزانہ تھا، جس نبی ہادی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے متولد ہونا تھا وہ آج رات اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہو گیا جہاں اس کے جسد عنصری کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بن کر دنیا میں تشریف لائے گا''۔ حضرت کعب الاحبارؓ کی روایت میں حضرت آمنہؓ کا نام بھی آیا اور ساتھ منادی نے یہ بھی کہا آمنہؓ تمہیں مبارک ہو تمہیں مبارک ہو۔

☆ مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کا نور مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں منتقل ہوا تو قریش قحط سالی میں مبتلا تھے۔ وہ فوراً ختم ہو گئی زمین ہری بھری ہو گئی درخت سر سبز و شاداب ہو گئے ہر طرف سے اناج پھل اور سبزیاں آنے لگیں اور تاریخ میں اس سال کا نام کشادگی اور خوشحالی کا سال پڑ گیا۔

☆ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ میرے بطن میں تشریف لائے تو مجھے خواب میں بشارت دی گئی کہ آپ اس امت کے سردار (اور ایک روایت کے الفاظ ہیں تمام انسانوں کے سردار) کے ساتھ حاملہ ہوئی ہیں اور جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد ﷺ رکھنا اور حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ جب آپ کو میرے پیٹ میں چھٹا مہینہ تھا تو مجھے خواب میں کہا گیا تو خیر العالمین سے حاملہ ہے۔ جب ان کی ولادت ہو تو ان کا نام محمد ﷺ رکھنا اور اس دوران اپنے حال کو چھپائے رکھنا۔

☆ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ جس رات حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تشریف لائے تو قریش کے گھروں میں جتنے چوپائے تھے اپنی اپنی زبانوں میں باآواز بلند بول پڑے رب کعبہ کی قسم آج رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کے بطن میں تشریف لے آئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ندا سنائی دی مبارک ہو ابو القاسم ظاہر ہونے والے ہیں اور اس رات مکہ کے ہر گھر میں نور کی چمک دکھائی دی۔

☆ ابنِ ہشام ابو زکریا یحییٰ بن عائذ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں نو ماہ یا بعض روایات کے مطابق اس کے لگ بھگ عرصہ تک رہے اور وہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کا حمل اس جتنا آسان اور ہلکا اور بابرکت نہیں دیکھا اور سیرت حلبیہ میں ہے کہ آپ اس دوران اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔

☆ حضرت آمنہؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت مقدسہ کا وقت قریب آیا تو حسب معمول مجھ پر کیفیت طاری ہوئی پھر مجھے اچانک یوں محسوس ہوا کہ سفید پرندے کے پر کی طرح کسی روشن چیز نے میرے دل پر مسح کیا ہو۔ جس سے درد فوراً جاتا رہا پھر مجھے جنت کا سفید مشروب پیش کیا گیا جو میں نے پی لیا۔ پھر مجھے ایک عظیم نور نے گھیر لیا پھر میں نے خوبصورت طویل القامت عورتوں کو دیکھا مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا تم میرے پاس کہاں سے آئی ہو انہوں نے کہا ہم آسیہ (فرعون کی بیوی جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئی تھیں) اور مریمؑ بنتِ عمران ہیں اور ہمارے ساتھ یہ سب جنتی حوریں ہیں۔ پھر میں نے زمین سے آسمان تک سفید سی روشنی دیکھی پھر میں نے فضا میں ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں۔ پھر میں نے سفید جنتی چڑیوں کو دیکھا جن کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے وہ میرے کمرے پر سایہ فگن ہو گئیں پھر اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے۔ اسی وقت میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو نصب کر دیئے گئے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور کعبہ کی چھت پر۔ پس اسی مشاہدہ کی حالت میں

اچانک حضور ﷺ میرے بطن سے باہر تشریف لے آئے اور سارا گھر نور ہی نور بن گیا اور آپ مسکرا رہے تھے پھر آپ سجدے میں گر گئے اس وقت آپ کی حالت تضرع اور گریہ و زاری کی سی ہوگئی آپ نے انگلی آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھی (گویا اللہ کی توحید کی شہادت دے رہے تھے) پھر اچانک آسمان کی طرف سے سفید بادل نمودار ہوا اس نے حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا اور ایک منادی کی ندا بلند ہوئی کہ حضرت محمد ﷺ کو مشارق و مغارب اور بحر و بر میں پھراؤ تا کہ سب انس و جن، ملائکہ اور چرند و پرند الغرض ہر شے ان کی صورت اور اوصاف کو پہچان لے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بادل کھل گیا اور آپ دوبارہ نمودار ہوئے اس وقت میں نے آپ کی زیارت کی تو آپ کا جسم اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور اس سے تازہ کستوری کی خوشبو کے حلے پھوٹ رہے تھے۔ اس وقت غیب سے تین افراد نمودار ہوئے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی ایک کے ہاتھ میں زمرد کا طشت تھا اور ایک کے ہاتھ میں سفید ریشم کی چادر تھی۔ اس صراحی کے (جنتی) پانی سے آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی گئی، جو اسی ریشم میں لپٹی ہوئی تھی اور پھر اسی چادر میں لپیٹ کر لٹا دیا گیا۔ آپ ﷺ کو پیدائشی طور پر سرمہ ڈالا ہوا تھا، ناف بریدہ تھے، ختنہ شدہ تھے، حضرت ابنِ عباسؓ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (المواہب اللدنیہ، الخصائص الکبریٰ، السیرۃ الحلبیہ، الوفا، الانوار المحمدیہ وغیرہ میں ہے اور انہوں نے اسے ابو نعیم، ابو حیان، خطیب بغدادی، ابن سعد، طبرانی، بیہقی، نیشا پوری، حافظ ابو بکر اور امام زرکشی وغیرہم سے روایت کیا ہے)

الغرض نورِ محمدیہ ﷺ کا ظہور حالتِ بشریت میں دنیا کی تاریخ ماہ و سال میں اپنے وقت پر ہوا۔ یہ آپ ﷺ کا بشری وجود تھا۔ اَصۡطَفٰے وَاحِدًا مِّنۡ خَلۡقِهٖ هُوَ مِنۡهُمۡ وَلَيۡسَ مِنۡهُمۡ (اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ایک کو چن لیا، بظاہر وہ ان میں سے ہے مگر اپنی حقیقت میں ان سے نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیائے آب و گل میں ظہور بھی کامل طور پر ہوا یہاں اگر آپ ﷺ پر بشریت کا اطلاق ہوا: قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ (سورۃ الکہف 110)۔ (تو کہہ، میں بھی تمہاری مثل ایک آدمی ہوں) نور کی حقیقت اپنے مقام پر رہی لیکن بعض دیکھنے والوں کی نظر کے لئے یہ بشریت حجاب بن گئی کہ وہ اس بشریت کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو نہ دیکھ سکے: وَتَرٰىهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ۔ (سورۃ اعراف 198)۔ (اور تو دیکھے، تیری طرف تکتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے)۔

شعورِ آدمیت ناز کر اس ذاتِ اقدس پر
تیری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

گویا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر میں بشری لباس پہن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ صورت میں بشر ہیں۔ بے عیب و پاک صاف، شفاف بشریت آپ ﷺ کا اعلیٰ وصف ہے۔ آپ ﷺ کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت بھی اتنی لطیف ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تک نہیں۔

## بقیہ: رحمت

''جب اہلِ دنیا پر اہلِ اللہ فقراء کا گزر ہوتا ہے اور انہیں رحمت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو اُن کے وجود سے حرص ختم ہوجاتی ہے۔'' (عین الفقر)

یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ کائنات کے ہر موجود اور ہر عالم میں رحمت ہے اور رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس رحمت کا منبع ہیں کہ جن سے تمام کائنات اور عالمین کا وجود ہے۔ رحمتِ عامہ عارف کی ابتداء ہے اور رحمتِ ذاتیہ عارف کی انتہا ہے۔

واصف علی واصف فرماتے ہیں:

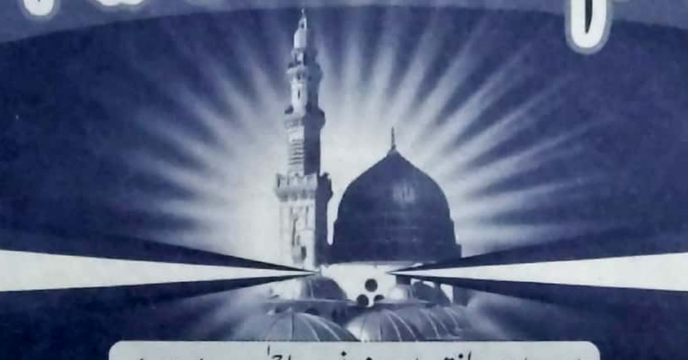
یہ اللہ کا دعویٰ ہے کہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیے۔ اگر کبھی یوم حساب میں اپنے اعمال کی کمی کی وجہ سے اور جلالت کبریا سے خوف و لرزہ طاری بھی ہو تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا نام ہی شفاعت کا ذریعہ ہے۔

اب احتساب میرے گناہوں کا چھوڑیئے
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیب ﷺ کا

ہمیشہ رحمت کی طلب کرنی چاہیے اور کبھی بھی اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ رحمت تو ہوتی ہی مایوسی سے نکالنے کے لیے ہے۔ اندھیرے سے نکال کر اجالے کی طرف لانے کے لیے ہے۔ رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی ذات ہے اور رحمتِ الٰہی سے کبھی کوئی مایوس نہیں ہوا۔

رحمت تو رحمۃ اللعالمین کی صورت میں یا ربّ امتی، یا ربّ امتی پکار رہی ہے۔ ہمیں موجودہ دور میں اس پکار کو سننا ہے کہ ہم بھی رحمۃ اللعالمین کے امتی ہیں۔ ہمیں بھی رحمت تک پہنچنا ہے کہ وہ نگاہِ رحمت موجودہ دور میں کہاں ہے؟ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ کے عین مطابق اُس رحمتِ ذاتیہ تک پہنچنا ہے کہ جس کی نگاہ کرم زنگ آلود قلوب کو منور کر کے مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا ادراک بخشتی ہے۔ رب العالمین اور رحمۃ اللعالمین کی حقیقت سمجھاتی ہے۔ یہی وہ نظرِ رحمت ہے جو عالمِ خلق سے عالمِ حق کا مشاہدہ کرواتی ہے اور پھر اسی نظرِ رحمت سے اپنے ہی قلب میں رب العالمین، رحمۃ اللعالمین اور جملہ عالمین کا مشاہدہ کرواتی ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں رحمت تک پہنچائے۔ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کو پہچان سکیں اور رحمتِ عامہ سے رحمتِ ذاتیہ کو حاصل کر سکیں۔ یہ ممکن ہے محض انسانِ کامل کی صحبت سے، مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری سے اور سلطان الاذکار ذکر یاھُو کے ذکر اور اسم اللہُ ذات و اسم محمد ﷺ کے تصور سے۔

# علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری

کائنات کی ہر شے اور ہر گوشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب جانتے ہیں۔ ہر قسم کے علوم آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیے ہیں۔ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے، ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر واضح فرمادیا ہے۔ لوح وقلم کے جملہ علوم آپ ﷺ کو معلوم ہیں بلکہ لوح وقلم کے جملہ علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کے سمندر سے چند قطرے ہیں۔ عارفوں کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تمام علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کر رکھا ہے۔

❁ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (پ29۔الجن۔آیت 26-27)

☆ ترجمہ: اللہ غیب کو جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

☆ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ (پ4۔العمران۔179)

☆ ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہیں غیب کا علم عطا کر دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

❁ حضرت عبد الرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَیْنَ كَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

(جامع ترمذی جلد۲۔ مشکوٰۃ جلد 1 باب المساجد)

☆ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی۔ جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں نے وہ سب جان لیا۔

❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

☆ وَضَعَ كَفَّهٗ بَیْنَ كَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ كُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ۔

(مسند احمد جلد۵)۔ امام ترمذی و بخاری نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔)

☆ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی یہاں تک کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی۔ اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

❁ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ فَوَضَعَ یَدَهٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ وَبَیْنَ كَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمَنِیْ كُلَّ شَیْءٍ۔ (درمنثور جلد۵)

☆ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ اور میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کا علم دے دیا۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ لَیْلَةُ الْمِعْرَاجِ قُطِرَتْ فِیْ حَلْقِیْ قَطْرَةٌ عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَیَكُوْنُ۔ (تفسیر روح البیان جلد۵)

☆ ترجمہ: شبِ معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا اور جو کچھ ہوگا۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ فَاَوْرَثَنِیْ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ اُخِذَ عَلَیَّ كِتْمَانُهٗ اِذْ عَلِمَ اَنَّهٗ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِهٖ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ فِیْهِ وَعِلْمٌ اَمَرَنِیْ بِتَبْلِیْغِهٖ اِلَى الْعَامِّ وَالْخَاصِّ۔

(تفسیر روح البیان جلد۳۔ صحائف السلوک صحیفہ ۵۶۔ از خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ)

☆ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین و آخرین کے علم کا

وارث بنایا۔ اور مختلف علوم کی مجھے تعلیم فرمائی۔ ایک وہ علم ہے کہ جس کا چھپانا مجھ پر لازم کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ ایسا علم ہے جس کو میرے بغیر کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ دوسرا علم وہ ہے کہ جس کے بتانے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اور تیسرا علم وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ ہر خاص و عام کو تبلیغ کروں۔

❁ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا۔ (صحیح مسلم)

☆ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

❁ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

☆ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَۃَ (صحیح بخاری)

☆ ترجمہ: جو چاہو مجھ سے پوچھ لو تو ایک مرد نے عرض کی میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا کھڑا ہو گیا۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ شیبہ کا مولیٰ سالم ہے۔

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

☆ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ۔ (صحیح بخاری)

☆ ترجمہ: جو شخص جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے۔ تم مجھ سے جو کچھ پوچھو گے۔ میں تمہیں بتلاؤں گا۔

❁ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

☆ مَامِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتَّی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔ (صحیح بخاری)

☆ ترجمہ: جو جو چیزیں مجھے نہیں دکھائی گئی تھیں وہ سب چیزیں میں نے یہاں دیکھ لیں۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیا۔

اب ہم ایک متفق علیہ حدیث نقل کر رہے ہیں جو مختلف صحابہ سے روایت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام علم عطا فرما دیا تھا۔

☆ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِھَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ۔

○ ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے۔ تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دی۔ اسے جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔ (بخاری شریف)

اس حدیث کے مطابق ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع ماکان وما سیکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہو چکی ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا۔

❁ اس حدیث کی شرح میں سند الحفاظ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

☆ ودل ذلک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذلک الخبار عن المبداء والمعاش والمعاد وفی تیسیر ایراد ذلک کل فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم ۔(فتح الباری ساوس ۲۹۱)

☆ ترجمہ: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہو گی اور جب تک اٹھائی جائے گی سب بیان فرما دیا۔ اور یہ بیان شروع آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

❁ علامہ بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں۔

☆ فی دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدا نھا الی انتھا نھا وفی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ۔

☆ ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اوّل سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں امام احمد نے اپنی مسند میں اور بخاری نے کتاب القدر اور مسلم نے فتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:۔

☆ لقد خطبنا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیھا شیئا الی قیام الساعۃ الاذکرہ علمہ من علمہ و جھلہ من جھلہ ان کنت لا ری الشی قد نیست فاعرف ما یعرف الرجل اذا غالب فرآہ فعرفہ۔

☆ ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا تذکرہ نہ فرمایا ہو (یعنی سب کا تذکرہ فرمایا) اسے جانا جس نے جانا جو نہ جان سکا نہ جان سکا۔ میں بھولی ہوئی کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شدہ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے۔

❁ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا:۔

☆ صلّی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوۃ الصبح فصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر ثم نزل فصلی الظھر ثم صعد المنبر فخطبنا حتی العصر ثم نزل فصلا العصر فصعد المنبر

فخطبنا حتی غابت الشمس فحدثنا فیما کان وما ھو کائن فا علمنا احفظنا۔

○ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے پھر عصر پڑھنے کے بعد اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس خطبے میں وہ سب بیان فرمایا جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

❁ امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی انہوں نے فرمایا:-

☆ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوما صلوۃ العصر بنھارثم قام خطیباقلم یدع شینا یکون الی قیام الساعۃ الا اخبر نا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

☆ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس کی ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا، بھول گیا۔

❁ نیز طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد امام بخاری نے کتاب الفتن میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:-

☆ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیٰمۃ کا نماانظر الی کفی ھٰذہٖ جلیاناً من اللہ جلالی کما جلی للنبیین من قبلی۔

☆ ترجمہ: بے شک اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی تو میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں، امام احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، علامہ ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں، علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض میں علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے مواہب کی شرح میں بطور سند ذکر فرمایا ہے۔

❁ امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے تاریخ میں طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا:-

☆ قام فینا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مقاما فا خبرنابما یکون فی امتہ الی یوم القیٰمہ وعاہٗ من وعاہ و نسیہ من نسیہ۔

☆ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بتا دیا۔ جس نے یاد رکھا، یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

❁ امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی حدیث پر فرمایا:-

☆ ھذا حدیث حسن و فی الباب عن المغیرۃ بن شعبۃ وابی زید بن اخطب و حذ یفۃ وابی مریم ذکرہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حَدَّثَھُمْ بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ۔

☆ ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں مغیرہ بن شعبہ ابو زید بن اخطب، حذیفہ اور ابو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ان سے بیان فرمایا۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ محمدی ﷺ کی تخلیق سے لے کر قیامت کے بعد تک جو جو ہوگا اس کا علم رکھتے ہیں۔




# عظمتِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عنبرین مغیث سروری قادری ایم اے (ابلاغیات)

تمام مسلمانوں کا یہ عام اور متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا سرورِ دو عالم ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت اور عظمت عطا کی۔ اس عقیدے کو قائم رکھتے ہوئے ہم دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور تمام نوع انسانی پر فضیلت کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن جب ہم اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں تو دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہم باقی انبیاء کی شان میں تنقیص کے گنہ گار تو نہیں ہو رہے کیونکہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا کہ

لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ

ترجمہ: انبیاء کے درمیان فرق نہ کرو۔

اس لیے اس عقیدے کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس طرح سے کہ حضور اکرم ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت بھی نہایت درست دلائل کے ساتھ ہمارے دل و دماغ میں پختہ ہو اور دیگر انبیاء کی شان میں کمی یا تنقیص کا عنصر بھی نہ پیدا ہو۔ اس سلسلے میں بہترین دلائل ہماری رہنما عظیم کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید سے ملتے ہیں جس میں اللہ نے خود اپنے بندوں سے کلام کیا ہے اور خود دیگر انبیاء پر اپنے محبوب نبی ﷺ کی فضیلت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن کا اسلوب بھی ایسا ہی پرحکمت ہے کہ نہ کسی نبی کی شان میں کمی کی اور ساتھ ہی سرور انبیاء ﷺ کی فضیلت کو بھی دلیل کے ساتھ ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

ترجمہ: یہ رسول ہیں ہم نے (ان میں سے) بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔

عموماً ہمارے ہاں فضیلت کی بنیاد ان معجزوں کو سمجھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطا کیے۔ بے شک اگر صرف معجزوں کو بھی دیکھا جائے تو بھی ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ عظیم ترین ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت اس بنا پر بھی بیان کی جاتی ہے کہ دیگر انبیاء صرف ایک قوم یا ایک زمانے کے لیے آئے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام بنی نوع انسان اور تمام زمانوں کے لیے رہتی دنیا تک نبی ہیں۔ یہ بات بھی برحق ہے۔ قیامت میں ملنے والے مقامِ محمود کا وعدہ بھی آپ ﷺ کی دیگر انبیاء پر فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ کا آپ ﷺ کو اپنی ذات تک معراج عطا کرنا اور شبِ معراج تمام انبیاء کا آپ کی امامت میں نماز پڑھنا بھی آپ کی عظمت کا بیان ہے۔ قرآن کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جس محبت سے آپ کو مخاطب کیا اور آپ ﷺ کے سوہنے مکھڑے، زلفوں، آپ ﷺ کے شہر مکہ، آپ ﷺ کی مبارک و پاکیزہ عمر کی قسم کھائی اور جن محبت بھرے القاب سراج، نجم، مدثر، مزمل سے آپ کو پکارا یہ بھی آپ کی اللہ کے ہاں محبوبیت کے بلند ترین مقام کا ثبوت ہیں۔ آپ کی عمر مبارک کی قسم لَعَمْرُكَ کہہ کر کھانا ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر کا ہر لحمہ پاک اور بے عیب تھا کیونکہ قسم ہمیشہ پاک چیز کی کھائی جاتی ہے۔ یہ تمام دلائل جو آپ ﷺ کی تمام انبیاء پر عظمت ثابت کرتے ہیں برحق اور مُسلّم ہیں لیکن قرآن ان سب سے بڑھ کر محبوبِ الٰہی کی عظمت کے حق میں دلائل دیتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں ایسے دلائل کے ساتھ اپنے محبوب کی عظمت کو بیان کیا ہے کہ جن کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں اور بلاشک وشبہ ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ تمام انبیاء علیہم

السلام سے اعلیٰ ہے۔ جو اوصاف تمام انبیاء میں علیحدہ علیحدہ موجود ہیں وہ تمام ہمارے رسول اکرم ﷺ کی ذات میں سب سے بہترین صورت میں مجتمع ہوگئے ہیں۔

## حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام روئے زمین پر اللہ کے پہلے بندے اور پہلے نبی ہیں۔ تمام انبیاء اور اولیاء اور تمام نوع انسانی آپ علیہ السلام کی اولاد ہے۔ آپ علیہ السلام کے فضائل بہت زیادہ ہیں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا

ترجمہ: اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم دیا۔ (البقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر بطور شاگردِ ربانی کیا ہے اور بے شک جس ذات کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم وفضل مکمل وکامل ہوگا۔

اور ہمارے نبی ﷺ کے متعلق فرمایا:

عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی

ترجمہ: اور ان کو شدید قوت والی ذات نے علم عطا کیا۔ (النجم۔5)

حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیے گئے علم میں تخصیص کر دی کہ انہیں صرف اسماء کا علم عطا کیا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی کوئی حد مقرر نہ کی اور ساتھ ہی اپنی شدید قوت کی خاصیت کا ذکر فرما کر یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جو علم شدید قوت والے نے عطا کیا وہ بھی شدید قوت کا حامل ہے۔

حضرت آدمؑ کا ذکر بطور شاگرد کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بطور شاگرد بھی کیا اور بطور معلم بھی۔

وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: یہ رسول (ﷺ) تم کو کتاب وحکمت سکھاتا اور ایسے علوم سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ (البقرہ:151)

بطور استاد آپ ﷺ کا ذکر کر کے آپ ﷺ کے علم کی اکملیت ثابت کی۔ مَالَمْ تَکُوْنُوْا ''جو تم نہ جانتے تھے'' کے تحت تمام عالم ملکوت و جبروت و ناسوت کے علم کے علاوہ ذاتِ حق تعالیٰ کے اسرار کا علم اور وہ علم بھی آجاتا ہے جس سے انسانیت اب تک ناآشنا ہے اور سوائے آپ ﷺ کے کوئی اس علم سے آشنا نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ

ترجمہ: ''اور ہم نے آدم علیہ السلام سے پہلے عہد لیا لیکن وہ بھول گئے۔'' اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بھول جانا بشری صفات میں سے ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی

ترجمہ: ''ہم آپ ﷺ کو علم سکھاتے رہیں گے اور آپ سے نسیان نہ ہوگا۔'' اس آیت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسیان یعنی ''بھول جانے'' کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بشری کمزوریوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بالکل پاک ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

ترجمہ: ''ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو انہوں نے سجدہ کیا۔ (البقرہ:34)

اس آیت سے حضرت آدم علیہ السلام کی رفعتِ شان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کے اظہار کے لیے صرف فرشتوں نے ان کو ایک بار سجدہ کیا جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا اظہار خود رب جلیل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ اور ایک بار نہیں بلکہ مسلسل کرتے رہتے ہیں۔ لامحدود عظیم ترین رب قادر کے بھیجے ہوئے درود کی فضیلت کا اندازہ کیسے ہوسکتا ہے اور جس ذات پر یہ درود مسلسل بھیجا جاتا ہے اس کی عظمت کیسے احاطہ ادراک میں آئے۔

## حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ہے۔ اللہ ان کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا

ترجمہ: وہ بہت راست گو نبی تھے۔ (56:19)

اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق فرمایا:

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ

ترجمہ: وہ جو صدق کو لے کر آیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا صدق ان ہی کی ذات تک محدود ہے اور انہی کی صفت ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود صادق ہو کر دوسروں کو بھی صادق بنایا۔ آپ ﷺ کی ہی بدولت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ''صدیق'' کہلائے اور صدق کی صفت کو تمام اُمت تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ادریس علیہ السلام کی شان کی بلندی بیان فرماتا ہے کہ

وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا

ترجمہ: اور ہم نے ادریس علیہ السلام کو درجہ عالی پر بلند کیا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ان الفاظ میں بیان کی:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

ترجمہ: ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔

جس ذات کے ذکر کو بھی اللہ نے رہتی دنیا تک رفعت عطا کر دی اس کی اپنی ذاتی شان کی بلندی کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا رتبہ اللہ کے ہاں بہت بلند ہے جس کو اللہ نے خود قرآن میں بیان فرمایا کہ ہم نے ادریس کو درجہ عالی پر بلند کیا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ صرف اللہ کے ہاں ہی بلند نہیں بلکہ تمام عالموں میں اس کی بلندی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ نے ان کے ذکر کو بلندی عطا کی تا کہ تاابد ہر عالم میں میرے محبوب ﷺ کی شان بیان کی جاتی رہے۔ مخلوق تو محبوبِ الٰہی ﷺ کے ذکر کی بلندی کا ہی حق ادا نہیں کر سکتی ان کی ذاتی بلندی کو تو سمجھنا بھی اس کے لیے محال ہے۔

## حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت برگزیدہ پیغمبر ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کی تبلیغ میں بہت مصائب کا سامنا کیا اور سخت جدوجہد کی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو جگہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اکٹھے تذکرہ کیا اور دونوں جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پہلے کیا۔ سورۃ نساء میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ ہم نے آپ پر وحی بھیجی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام پر بھیجی تھی۔'' اللہ تعالیٰ کو حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی تقدیم منظور ہوتی تو یوں بھی فرما سکتا تھا کہ ''جس طرح ہم نے نوح اور دیگر انبیاء پر وحی بھیجی اسی طرح آپ پر وحی بھیجی۔'' لیکن اللہ کو اپنے محبوب ﷺ کی تقدیم ہی منظور تھی اس لیے ان کا تذکرہ پہلے کیا۔

اسی طرح سورہ احزاب آیت 7 میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''جب ہم نے انبیاء سے ان کا میثاق لیا اور آپ ﷺ سے اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام سے عہد لیا۔'' (الاحزاب: 7)۔ اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کا تذکرہ ان کے زمانے کی ترتیب کے حساب سے کیا۔ اس لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یا سب سے آخر میں آنا چاہیے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر سب سے پہلے کیا۔

قرآن کریم کی کئی سورتوں سورۃ توبہ، سورۃ شعراء، سورہ صٓ، سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کا صرف اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ

ترجمہ: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت سب نوع انسانیت کے لیے بیان کر کے ان کی عظمت ثابت کی۔ سورۃ اعراف میں اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ! ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتا دیجیے کہ میں تم سب کی طرف اُس خدا کا رسول ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اس آیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام خدائی میں رسالت کی وسعت کا بیان ہوتا ہے۔

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب سے اپنی رضا کا اظہار ان الفاظ میں فرماتا ہے:

ترجمہ: اے نوح کشتی سے اتر ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں۔ (سورہ ہود: 48)

اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کا کئی مقامات پر علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرتے ہوئے ان سے اپنی رضا کا اظہار بھی فرمایا اور پوری مومن امت کے متعلق فرمایا:

ترجمہ: ''اے ایمان والو تم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ وہی (اللہ) ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔'' (سورہ احزاب: 43)

امت محمدی ﷺ کو ہر طرح سے پاک فرما کر ان پر اپنی تمام نعمتوں کی انتہا کر دینے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے۔

ترجمہ: ''اللہ نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے اوپر کسی قسم کی سختی کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دے تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔'' (المائدہ: 6)

یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کے باعث ان کی امت اور سچے پیروکار بھی اللہ کے محبوب بن گئے جن پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اللہ انہیں بغیر کوئی تنگی دیئے پاکیزہ بنا کر اپنی نعمتوں کی انتہا ان پر کرنا چاہتا ہے۔ اتنی فضیلت کسی اور امت کو حاصل نہیں اور امت محمدی کی یہ فضیلت صرف نبی اکرم ﷺ کی اللہ کے ہاں محبوبیت کی وجہ سے ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام

خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد میں ایک عظیم پیغمبر پیدا کرنے کی دعا مانگی:

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے۔ (البقرہ: 129)

اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں قبول فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر دعا ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبولیت ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کعبہ کی تعمیر کی۔

ترجمہ: جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔ (البقرہ:127)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے احترام میں کعبہ کو ہمیشہ کے لیے مومنوں کا قبلہ بنا دیا جس میں تا قیامت کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتی۔

ترجمہ: ''اور ہم آپ ﷺ کا بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک ذات کے ایک خاص عمل کو عمدہ نمونہ قرار دیا۔

ترجمہ: تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی تم عبادت خدا کے سوا کرتے ہو اُن سے بھی بیزار ہیں۔ (طٰہٰ:4)

جبکہ رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل کو تمام امت کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا اور ان کی پیروی کو اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت و پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلیٰ خلق کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور بردبار تھے۔ (التوبہ:114)

اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

ترجمہ: بے شک آپ ﷺ خلق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔'' (القلم:4)

## حضرت موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک خاص شان کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی نہیں آیا۔ دیگر انبیاء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حقیقت ممتاز کرتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ صرف آپ علیہ السلام کو ہی اللہ سے کلام اور ملاقات کا شرف حاصل ہے لیکن آپ کی اللہ سے یہ ملاقات بھی پردہ میں ہوئی بغیر دیدار الٰہی کے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا حال بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام (دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوئے تب انہوں نے طور کی جانب آگ دیکھی۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ (میں ادھر جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں تاکہ تاپ سکو۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام! میں اللہ ہوں سب عالموں کا پالنے والا۔ (القصص: 29-30)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کی خواہش کا اظہار کیا کہ ''اے رب مجھے اپنا دیدار کرا تاکہ میں تجھے دیکھ لوں۔'' تو اللہ نے فرمایا ''تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے'' لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ وہ طور پہاڑ کی طرف دیکھتے رہیں۔ اللہ اس پر اپنی تجلی فرمائے گا اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جلوۂ الٰہی پا سکیں گے۔ اللہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی جو مفسرین کے مطابق چھنگلی کے برابر ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ تجلی برداشت نہ کر پائے اور بے ہوش ہو گئے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو گئے۔

جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا حال اللہ سورۃ النجم میں ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ترجمہ: اور وہ (محمد ﷺ) شب معراج میں عالم لامکان کے سب سے اونچے کنارے پر تھے۔ پھر وہ (اللہ رب العزت اپنے حبیب مکرم ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا۔ پھر (دونوں میں) صرف دو کمانوں کی مقدار کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پس اُس (اللہ) نے اپنے عبد کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔ (اُن کے) دل نے اس کے خلاف نہیں جانا جو ان کی آنکھوں نے دیکھا۔ کیا تم اس بات پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا اور بے شک انہوں نے تو اس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ پھر دیکھا۔'' (النجم: 7-13)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جس نورِ حق کی ذرا سی تجلی حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر پائے اس کا کامل جلوہ شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی قرب کے مقام سے دیکھا بلکہ دوبار دیکھا۔ نہ بے ہوش ہوئے اور نہ آنکھ جھپکی جیسا کہ اللہ نے فرمایا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى

''اور نہ ان کی آنکھ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔'' (النجم:17)

قرآن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ سے ملاقات کا حال بیان کرنے کے انداز اور اسلوب میں فرق بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ کے ہاں محبوبیت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے خود درخواست کرتے ہیں کہ

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ

ترجمہ: اے اللہ میرا سینہ کھول دے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ خود فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

ترجمہ: کیا ہم نے آپ ﷺ کا سینہ کھول نہیں دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے طلب کرتے ہیں

کہ

ترجمہ: میرے کنبہ میں سے ہارون علیہ السلام کو میرا بوجھ بانٹنے والا بنا دے۔ (طٰہٰ: 29)

جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ خود مہربان اور بغیر ان کے مانگے عطا کرنے والا ہے۔ فرماتا ہے:

ترجمہ: اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔ (سورہ الم نشرح: 3-2)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ بغیر مانگے اس لیے عطا کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے تو اللہ سے کبھی اللہ اور اس کی رضا کے سوا کچھ طلب نہ فرمایا اور ہر حال میں اپنے مالک کی رضا پر راضی ہیں۔ اپنے محبوب کی اس ادا سے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ انہیں ہر نعمت بن مانگے ہی عطا کر دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار ہیں۔

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیری جانب آنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔ (سورہ طٰہٰ)

جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا کا اللہ خود طلبگار ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا رب آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں۔

## حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے برگزیدہ نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے الہامی کتاب زبور سے نوازا۔ زبور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کئی بشارات اور علامات بیان کی گئی ہیں۔ حضرت داؤد لوہے سے مختلف اشیاء بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہنر اور ان پر اپنی عطا کو بیان فرماتا ہے۔

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ

ترجمہ: اور ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔ (سبا: 10)

اور نبی کریم ﷺ کے لیے ان پر ایمان لانے والوں کے دلوں کو نرم بنا دیا تاکہ نبی اکرم ﷺ کی بات ان پر جلد اثر کرے اور جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو پگھلا کر مختلف شکلوں میں ڈھال دینا آسان بنا دیا اس طرح محبوب ﷺ کے لیے ایمان والوں کے دلوں کو اللہ کی طرف موڑ کر ان کی زمانہ جاہلیت والی شخصیت کو پاکیزہ صورت میں تبدیل کرنا آسان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدی ﷺ کے متعلق فرماتا ہے:

ترجمہ: ان کے جسم، ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔ (الزمر: 23)

حضرت داؤد علیہ السلام پر کیے گئے فضل کے متعلق فرمایا:

ترجمہ: اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل عطا فرمایا۔ (سبا: 19)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرمایا ''تجھ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔'' یعنی سب سے عظیم فضل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرمایا گیا جس کی وجہ یقیناً اللہ کے ہاں ان کی عظیم ترین قدر و منزلت ہی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل یوں بھی فرمایا کہ انہیں اپنی خلافت عطا کی

ترجمہ: اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر۔ (ص: 26)

نبی ﷺ کو خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان لانے والے کو اس زمین پر خلیفہ بنا دے گا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لا چکے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اللہ ان کو زمین پر (اپنا) خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ (النور: 55)

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والوں کو خلافت عطا کی جا رہی ہے تو یقیناً آپ ﷺ کا رتبہ خلافت سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے اللہ فرماتا ہے کہ

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔'' (ص: 26)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق گواہی دی کہ

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

ترجمہ: اور تمہارے صاحب (ﷺ) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے۔ (النجم: 2)

## حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کا درجہ اللہ کے ہاں ان کے صبر کی بنا پر بہت بلند ہے۔ اللہ نے انہیں ایک نہایت تکلیف دہ بیماری کے ذریعے آزمایا جس میں ان کے تمام اپنے ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ لیکن آپ علیہ السلام نے ہر حال میں کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی صفت بیان کرتا ہے کہ

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا

ترجمہ: بیشک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ (ص)

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین دنیا کا کوئی اعلیٰ مقام حاصل نہیں ہو سکتا جب تک صفتِ صبر حاصل نہ ہو۔ استقامت، توکل، حلم، بردباری سب صبر ہی کی شاخیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کی آزمائش کرتا ہے تو درحقیقت اس کے صبر ہی کی آزمائش ہوتی ہے خواہ وہ بھوک کے ذریعے ہو یا بیماری کے، خوف سے ہو یا دشمنی کے ذریعے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ آزمائے گئے ہیں۔ وہ شعب ابی طالب

کا انتہائی تنگی کا زمانہ ہو یا طائف کا وہ سخت دن جب وہاں کے شریر لڑکوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے۔ یتیمی کا دکھ ہو یا نرینہ اولاد سے محرومی کا' فاقہ کشی کا عالم ہو یا مکہ کی گلیوں میں اپنوں کی طعن و تشنیع کا غم۔ اللہ نے آپ ﷺ کو ہر حال میں صابر پایا اور اس صبر کی مقبولیت کا اعلان یوں فرمایا:

ترجمہ:''آپ کا صبر تو خاص اللہ کے لیے ہے اور خاص اللہ کی اعانت سے ہے۔'' (النحل)

اور عالم محبت میں فرمایا:

ترجمہ:''اپنے رب کے حکم سے صبر کریں اور آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔'' (الطور:48)

حضرت داؤد کا اپنے رب سے تعلق یوں بیان فرمایا:

اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ

ترجمہ:''وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔'' (ص)

اور اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے رب کی طرف رجوع کرنا اس قدر کامل تھا کہ اس کے متعلق فرمایا:

ترجمہ: میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ (الانعام:162)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے آنے والے آخری نبی تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی نبی موجود نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی بشارت دی جو انجیل میں بھی مذکور ہے اور قرآن میں بھی۔

ترجمہ: ''عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی، جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ (الصف:6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر بشارت دینے والے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بشارت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اس عظیم نبی کی شان بیان کرتے ہوئے انجیل میں فرماتے ہیں:

''اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ ایک روشنی (نور) ہے جو تمام مصنوعات باری تعالیٰ کو مسرور کرے گا کیونکہ فہم و فراست کی روح سے آراستہ ہے، عدل اور تقویٰ کی روح سے لطف اور جبر کی روح سے۔ ایسی (صفات کی) روحیں کہ من جملہ اُن (صفات) کے جو اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں، اس رسول نے اس کا سہ چند (کئی گنا) اللہ سے لیا ہے۔ وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں یہ دنیا میں آئے گا۔ تم مجھے سچا مانو میں نے ہر آئینہ میں اس کو دیکھا ہے۔ کیونکہ اللہ اُن (نبیوں) کو اس کی روح بطور پیش گوئی عطا کرتا ہے اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میں نے اطمینان سے بھر کر کہا ''اے محمد ﷺ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔ (انجیل باب 44' آیت 30)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

ترجمہ: ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔

اور نبی اکرم ﷺ کی مدد خود فرمائی

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ

ترجمہ: خدا نے آپ ﷺ کی مدد اپنی نصرت سے کی۔ (الانفال)

اور فرمایا

ترجمہ: ہم نے نبی ﷺ کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔ (التوبہ:40)

یہ صرف چند آیات ہیں جو ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیاء پر فضیلت اور اللہ کے ہاں ان کے اعلیٰ ترین مقام کا ثبوت ہیں ورنہ پورا قرآن فضیلت نبوی ﷺ کا گواہ اور عکاس ہے۔ اللہ کا اپنے محبوب کو مخاطب کرنے کا انداز اس سے متعلقہ چیزوں کی قسم کھانا' کبھی اس کے حسین مکھڑے کی' کبھی زلفوں کی' کبھی اس کے شہر کی' کبھی اس کی پاک عمر کی' کبھی اس کا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھنے کی ادا پر بے تاب ہو جانا' کبھی اس کے راتوں کو دیر تک جاگ جاگ کر عبادت کرنے پر بے چین ہو جانا' کبھی اس کا امت کی فکر میں گھلنے پر پریشان ہو جانا' کس کس طرح سے اللہ نے قرآن میں اپنے محبوب سے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ تمام انبیاء کی نافرمان قوموں کو عذاب دینا لیکن اپنے محبوب کی رحمت للعالمینی کے صدقے اس کے نافرمانوں تک پر یہ کہہ کر عذاب نہ بھیجنا کہ

ترجمہ:''اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ﷺ ان میں موجود ہیں ان کو عذاب دے۔'' (سورہ الانفال)

خود اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے گواہ بننا اور جب ان کے دشمن انہیں تکلیف دیں تو بار بار انہیں اپنے ساتھ اور اپنی مدد کا یقین دلا کر ان کو تسلی دینا اور ان کے دل کو خوشی و سکون عطا کرنا۔ یہ سب اور قرآن کی بے شمار آیات اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ اس کائنات کے خالق کو اس کائنات میں محمد مصطفی ﷺ سے پیارا اور کوئی نہیں اور ان کے بعد وہ لوگ پیارے ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ جس کی محبت محبوب الٰہی ﷺ سے جتنی زیادہ وہ اللہ کو اتنا ہی پیارا اور اللہ کے اتنے ہی قریب۔ اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی بنیاد اپنی محبت کو قرار دیا کہ'' تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان مال اولاد اور ہر شے سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔'' کیونکہ محبت مصطفی ﷺ سنت الٰہی ہے اور اللہ کو اپنی اس سنت کی پیروی کرنے والا بہت محبوب ہے۔



# عقیدۂ شفاعت

## نال شفاعتِ سرورِ عالم ﷺ چھٹسی عالم سارا ھُو !

عنبرین مغیث سروری قادری ایم اے (ابلاغیات)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ سے فرماتا ہے کہ

وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ

ترجمہ: اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا''

آقائے کائنات سرورِ دو عالم ﷺ کے ذکر کی یہ بلندی دنیا میں زمین و آسمان پر یوں ظاہر ہوئی کہ اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام مومنین ان پر دن رات درود و سلام بھیجتے ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ چوبیس گھنٹے گونجنے والی اذانوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔ ذکر کو یوں بھی بلند کیا کہ کلمہ طیبہ میں اپنے باعظمت نام کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کا نام جوڑا اور قرآن پاک میں بھی کئی مقامات پر ''اللہ اور اس کا رسول'' کہہ کر آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر بلندی عطا کی۔ صرف اپنی ذات پر ایمان کو ادھورا قرار دیا اور کسی کو بھی اپنے محبوب ﷺ پر ایمان لائے بغیر اپنی بارگاہ میں قبول نہ کیا۔

اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو آخرت میں اور بلند تر کرنے کے لیے بخشش کا تمام تر دارومدار ان کی شفاعت پر رکھا تاکہ وہ لوگ جو دنیا میں آپ ﷺ کی شان کے منکر تھے آج ان کی شان کی بلندی دیکھ لیں کہ اللہ جس کو بخش رہا ہے ان کے وسیلے اور شفاعت سے بخش رہا ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے۔'' اپنے اس قول کا عملی ثبوت اللہ تعالیٰ روزِ قیامت یوں دے گا کہ اللہ کی رحمت یعنی رحمت اللعالمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امتیوں کے گناہوں کی بخشش اللہ سے طلب فرما کر انہیں اللہ کے غیظ و غضب سے بچالیں گے اور یوں جو ذکر دنیا میں ہر دم بلندی کی طرف مائل رہا وہ روزِ آخرت اپنے عروج کی انتہاؤں کو چھولے گا یہاں تک کہ دنیا میں جو لوگ اس شان کو دیکھنے اور سمجھنے سے قاصر تھے وہ بھی اپنی آنکھوں سے اس شان کو دیکھ لیں گے۔ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر اور شان کو یہ بلندی اور عروج عطا فرمانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

ترجمہ: اے حبیب مکرم (ﷺ) آپ کا رب عنقریب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (الضحیٰ:5)

○ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ترجمہ: یقیناً اللہ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (الاسراء:79)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نفسِ مطمئنہ کے اس مقام پر ہیں جہاں اپنے لیے بندے کی کوئی بھی طلب نہیں رہتی پھر اللہ انہیں ایسا کیا عطا کرنے کا وعدہ کر رہا ہے جس سے وہ راضی ہو جائیں۔ انہیں نہ دنیا کے خزانوں کی طلب ہے نہ جنت کی۔ نہ وہ اللہ کے ہاں بڑے مقامات کے طالب ہیں کہ اللہ پہلے ہی انہیں اپنی ذات تک مکمل معراج عطا کر کے بلند ترین مقام پر فائز کر چکا۔ اب اگر ان کی کوئی طلب ہے تو صرف اپنی گنہگار اُمت کی بخشش کی طلب اور فکر ہے اور یقیناً اس آیت میں اللہ انہیں یہی عطا کرنے کا وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کے وسیلے سے بخشش کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اذاً واللہ لا ارضیٰ و واحد من امتی فی النار

ترجمہ: خدا کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی دوزخ میں ہو۔ (تفسیر قرطبی)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت مبارکہ ولسوف

يعطيك ربك فترضىٰ کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ان هذا هوا الشفاعة فی لامة "بے شک یہ امت کے بارے میں شفاعت کا حق ہے۔"

صحیح مسلم میں روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گریہ وزاری کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بھیجا کہ جا کر میرے محبوب سے پوچھو کہ ان کو کون سی چیز مائل بہ گریہ کر رہی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر پوچھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بتایا کہ وہ اپنی امت کے لیے آنسو بہا رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے جبرائیل علیہ السلام میرے محبوب سے کہہ دو کہ انا سنرضيك فی امتك ولانسوك ترجمہ: ہم آپ کو آپ کی امت کے حق میں عنقریب راضی کر دیں گے اور آپ کو اس بارے میں رسوا نہ کریں گے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان، باب دعا النبی)

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کا اُمت کے حق میں شفاعت کرنا ہے حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں۔"

مقامِ محمود سے مراد وہ مقام ہے جہاں صرف اور صرف آپ ﷺ ہی لائقِ تعریف مقام پر فائز ہوں گے، آپ محمود ہوں گے اور تمام عالم زمین و آسمان چرند پرند، انسان، فرشتے سب آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ یہ مقام یقیناً مقامِ شفاعت ہے کیونکہ جب تک اللہ روزِ آخرت آپ ﷺ کو اس مقام پر فائز نہ فرمائے گا، تمام مخلوق پر آپ کی شان ظاہر نہ ہو پائے گی اور وہ کفار و منافقین جو آپ ﷺ کی بارگاہِ الٰہی میں انتہائی قربت و عظمت کے انکاری تھے، کس طرح آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار کریں گے۔ اس دن جب شفاعت کا حق صرف آپ ﷺ کے پاس ہوگا تو آپ ﷺ کی تمام مخلوق پر فضیلت ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ اور مفسرین کرام کے بہت سے اقوال اس پر شاہد ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک "عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محموداً" کے بارے میں فرمایا (یا اس کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا) کہ "وہ شفاعت ہے" (جامع ترمذی)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "بے شک لوگ روزِ قیامت چلیں گے، ہر امت اپنے نبی کو تلاش کرے گی، وہ کہہ رہے ہوں گے "اے فلاں تو ہماری شفاعت کر" یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا نبی مکرم ﷺ پر ہوگی۔ پس یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مقامِ محمود عطا کرے گا۔" (صحیح بخاری)

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (روزِ قیامت) میں شفاعت کروں گا اور عرض کروں گا کہ اے میرے رب تیرے بندے زمین کی ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے اور وہ مقام (جہاں میں ان کی شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہوگا۔" (کنز العمال)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "آپ ﷺ کے رب کا آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرنا مقامِ شفاعت ہے جس جگہ اولین و آخرین آپ کے لیے محوِ ثنا ہوں گے۔" (تفسیر بن عباس رضی اللہ عنہ)

☆ امام خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اور مقامِ محمود ہی مقامِ شفاعت ہے کیونکہ اس مقام پر اوّلین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔" (تفسیر خازن)

☆ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مقامِ محمود وہ مقام ہے جس جگہ اولین و آخرین آپ ﷺ کی حمد کریں گے اور وہ مقامِ شفاعت ہوگا۔ (جلالین)

روزِ آخرت اللہ کی بارگاہ میں اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی کسی کی شفاعت کی جرأت نہ ہوگی جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا:

☆ ترجمہ: کون ایسا شخص ہے جو اس کے حضور اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے۔ (البقرہ:255)

☆ ترجمہ: (اس کے حضور) اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی شفاعت کرے گا۔ (یونس:3)

☆ ترجمہ: (اس دن) لوگ شفاعت کے مالک نہ ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے اللہ رحمٰن سے وعدہ لے لیا ہے۔ (مریم:87)

☆ ترجمہ: اس دن سفارش سود مند نہ ہوگی۔ سوائے اس شخص (کی شفاعت) کے جسے رحمٰن نے اجازت دے دی۔ (طٰہٰ:109)

☆ ترجمہ: اور اس کے پاس (کسی کی) شفاعت کام نہیں آتی بجز اس کے کہ جس کو وہ خود اجازت دے دے۔ (سباء:23)

ان آیات سے ثابت ہے کہ روزِ قیامت اللہ ضرور چند چنے ہوئے لوگوں کو شفاعت کی اجازت دے گا جن کے سوا کوئی کسی کی سفارش نہ کر سکے گا اور ان چنے ہوئے چند لوگوں میں جنہیں اللہ نے شفاعت کا حق دے رکھا ہے، یقیناً محبوبِ الٰہی، سرورِ دو عالم ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا جو تمام انبیاء کے بھی امام ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف شفاعت کی اجازت دی ہے بلکہ خود کئی آیات میں حکم بھی دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود بھی رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ خود بھی اپنے گنہگار بندوں کو بخش کر اپنی صفاتِ غفور و رحیم کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جس طرح اس نے اپنے محبوب کو اپنی تمام صفات کا مظہر بنایا اور ان کے بغیر کسی صفت کو ظاہر نہ فرمایا اسی طرح وہ اپنے محبوب کے بغیر اپنی غفور رحیمی کا بھی اظہار نہیں کرنا چاہتا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو اپنے گنہگار بندوں کو بخشش مانگنے پر خود ہی معاف کر دیتا لیکن اپنے محبوب کی تمام مخلوق پر عظمت کے اظہار کے لیے ان سے فرماتا ہے کہ وہ اس کے بندوں کے لیے بخشش طلب کریں تا کہ اللہ اپنے محبوب سے اپنی محبت کے اظہار کے طور پر ان کے کہنے پر اپنے بندوں کو بخش دے۔ اللہ فرماتا ہے: ترجمہ: (اے حبیب ﷺ) اگر وہ لوگ جو اپنی

جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔ (النساء:64)

یعنی اگر ان کے معافی طلب کرنے کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت بھی شامل ہو جاتی تو اللہ لازماً ان کی توبہ قبول فرما لیتا۔ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

☆ ترجمہ: اور (اے محبوب ﷺ) اپنے خاص اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں (کے لیے) بخشش مانگیے۔ (محمد:19)

☆ ترجمہ: سو آپ (ﷺ) ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگیں۔ (النور:62)

☆ ترجمہ: اور آپ ﷺ ان کے حق میں دعا فرمائیں بیشک آپ کی دعا ان کے لیے (باعث) تسکین ہے۔ (التوبہ:103)

☆ ترجمہ: اور ان (مسلمان عورتوں) کے لیے اللہ سے بخشش طلب فرمایئے۔ (الممتحنہ-12)

ان تمام آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاعت کا حق اور اجازت دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے کہ ''وہ جس کو بھی بخشے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر ہی بخشے گا''۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

ترجمہ: تاکہ بخش دے اللہ آپ (کی امت) کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ اور اپنی نعمت کو آپ پر مکمل فرما دے۔ (سورۃ الفتح:20)

اس آیت میں لفظ ''امت'' حذف ہے کیونکہ جب یہ بات ثابت اور قبول عام ہے کہ تمام انبیاء معصوم اور خطا سے پاک ہوتے ہیں تو یہاں جن کے گناہوں کی معافی کی بات ہو رہی ہے وہ اس آیت کے مخاطب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ ان کی امت ہے۔ ''ذنب'' کے معانی گناہ ہیں اور ذَنْۢبِكَ سے مراد ''آپ کے گناہ'' نہیں بلکہ ''آپ کی امت کے گناہ'' ہی ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''جب حضور اقدس ﷺ کی ذات اطہر گناہ سے پاک ہے تو بخشش کس بات کی؟'' (تفسیر الکبیر)

امام موصوف خود ہی جواب دیتے ہیں کہ اس سے مراد اہلِ ایمان یعنی آپ ﷺ کی امت کے گناہ ہیں۔

اسی طرح صاحبِ مجمع البیان فرماتے ہیں ''اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ ''اے محبوب ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے اگلے پچھلے تمام گناہ آپ کی شفاعت کے ذریعے معاف فرما دے گا'' اس کے بعد فرماتے ہیں ''ذنوبِ امت'' کی اضافت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرنا کتنا حسین ہے۔ اس کی وجہ امت اور رسول ﷺ کے درمیان گہرا تعلق اور واسطہ ہے۔ (مجمع البیان)

قرآن پاک میں اللہ علی الاعلان فرماتا ہے کہ جہاں اس کے محبوب ﷺ موجود ہوں گے وہاں وہ کبھی عذاب نہیں فرمائے گا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر عذاب فرمائے جبکہ آپ ﷺ ان میں (موجود) ہوں (الانفال:33)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے کے متعلق فرما رہا ہے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس روئے زمین پر موجود ہیں تب تک وہ ان کافروں کو بھی عذاب نہ دے گا کہ جس زمین کو اس کے محبوب ﷺ کے قدموں نے چھو لیا خواہ اب اس پر کافر ہی کیوں نہ موجود ہوں اور چاہے وہ خود ہی عذاب کی خواہش کیوں نہ کریں:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

ترجمہ: اور جب انہوں نے (طعناً) کہا کہ اے اللہ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو (اس کی نافرمانی کے باعث) ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج۔ (الانفال:32)

جب اللہ تعالیٰ کفار پر ان کی اس قدر زبان طعن دراز کرنے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی کی برکت کے باعث ان پر عذاب نہ فرما رہا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے اُمتی' جو ان پر ایمان لائے اور ان سے اپنے گناہوں کی شفاعت کی امید بھی رکھتے ہیں' ان کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کو کیونکر قبول نہ فرمائے گا۔ جب ان کی موجودگی ہی عذاب سے نجات کا باعث ہے تو اس بات پر یقین کرنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے کہ انہیں شفاعت کا مکمل اختیار بھی حاصل ہے۔

کئی روایات سے بھی یہ ثابت ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی تو وہ توبہ کرتے وقت توبہ کی نسبت اللہ کی طرف بھی کرتے اور نبی اکرم ﷺ کی طرف بھی کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار انہوں نے ایک تصویر دار قالین خریدا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھا تو اپنے قدم مبارک اس پر نہ رکھے بلکہ دروازے پر ہی کھڑے رہے۔ اُم المومنینؓ نے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار پائے تو عرض کرنے لگیں ''یا رسول اللہ اتوب الی اللّٰہ ماذا اذنبت'' یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ (بخاری)

متعدد احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مختلف موقعوں پر جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کی تو آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو یہ نہیں فرمایا کہ تمہارا مجھ سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے یا یہ کہ اپنے اللہ سے طلب کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس سلسلے میں چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ!

آپ میرے لیے قیامت کے دن شفاعت فرمایئے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انا فاعل ''میں شفاعت کروں گا۔'' (جامع ترمذی)

☆ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے اشعار کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی:

وانک ادنی المرسلین شفاعۃ

الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطایب

ترجمہ: اور آپ ﷺ مرسلین میں سے بحیثیت شفیع عنداللہ ہونے کے سب سے زیادہ قریب ہیں، اے پاک بزرگ لوگوں کی اولاد۔

فکن لی شفیعاً یوم لاذوشفاعۃ

سواک بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: سو آپ میرے سفارشی ہوجائیں اس دن جب کوئی سفارشی نہ ہوگا۔ آپ کے سوا کون سواد بن قارب (رضی اللہ عنہ) کے کام آنے والا ہے۔ (دلائل النبوۃ البیہقی)

☆ حضرت مازن رضی اللہ عنہ بن العضوب جب مسلمان ہو کر آئے تو انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کی اور یہ اشعار پڑھے۔

الیک رسول اللّٰہ خبت مطیتی

تجوب الغیافی من عمان الی العرج

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اس حال میں کہ میری سواری عمان سے عرج تک میدان قطع کرتی آئی ہے۔

تشع لی یا خیر وطی العصا

فیغفر لی ربی فارجع بالفتح

ترجمہ: تاکہ آپ میرے لیے شفاعت کریں، اے بہترین ذات جو کنکریوں پر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ سو میرا رب مجھے معاف کردے تاکہ میں کامیاب لوٹ جاؤں۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم)

☆ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے ان 70 ہزار لوگوں کا ذکر فرمایا جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ پاک سے میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک مجھے بھی ان میں شامل فرمالے'' تو آپ ﷺ نے فوراً بغیر توقف کے فرمایا'' انت منھم '' کہ تم انہی لوگوں میں سے ہو۔ (جامع ترمذی)

ان تمام روایات سے بڑھ کر وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس بات کا اعلان کیا ہے کہ وہ قیامت کے روز نہ صرف اپنی تمام امت کے گنہگاروں کی شفاعت کروائیں گے بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی شفاعت کرائیں گے۔

☆ قیامت کے دن تمام نبیوں کا امام میں ہوں گا۔ انہیں خطبہ دوں گا، ان کی شفاعت میں کروں گا اور فخر نہیں کرتا۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

☆ سب سے پہلے جنت کی شفاعت میں کروں گا، کسی نبی کی اس قدر تصدیق نہیں کی گئی جس قدر میری کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم)

☆ روز حشر جب تمام لوگ نا اُمید ہوجائیں گے تو ان کو بشارت کی نوید میں سناؤں گا۔ (جامع ترمذی)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' بے شک میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:'' مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کردے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کے لیے ہے جو شرک پر نہیں مرے گا۔'' (جامع ترمذی۔ سنن ابن ماجہ۔ مسند احمد بن حنبل۔ حاکم۔ طبرانی۔ البیہقی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھی امت کو جنت میں داخل کروانے کی بجائے شفاعت کو اس لیے قبول فرمایا کیونکہ انہیں اس بات کا سو فیصد یقین تھا کہ اللہ ان کی شفاعت کو ضرور قبول فرمائے گا اور اس طرح آدھی کی بجائے پوری امت جنت میں داخل ہوجائے گی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' (قیامت کے دن) تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے۔ وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر خالی رہے گا۔ میں اس پر نہ بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کریم کے حضور کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری اُمت میرے بعد کہیں بے یارومددگار رہ جائے۔ اس لیے عرض کروں گا اے میرے رب!'' میری اُمت، میری امت'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد ﷺ آپ کی کیا مرضی ہے۔ آپ کی امت کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں'' میں عرض کروں گا اے میرے رب ان کا حساب جلد فرمادے۔'' بس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب ہوگا۔ کچھ ان میں سے اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ میری شفاعت سے، میں شفاعت کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں ان کی رہائی کا پروانہ بھی حاصل کرلوں گا جنہیں دوزخ میں بھیجا جاچکا ہوگا۔ یہاں تک کہ مالک داروغہ جہنم عرض کرے گا۔ اے محمد ﷺ آپ نے اپنی امت میں سے کوئی بھی جہنم کی آگ میں نہیں چھوڑا کہ جس پر اللہ رب العزت ناراض ہو۔ (حاکم)

ایک اور مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''قیامت کے روز تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیاء علیہم السلام پھر علماء (حق) پھر شہداء'' (ابن ماجہ)۔ اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام تمام انبیاء علماء اور شہداء سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ سب سے زیادہ ان کی شفاعت اللہ کے ہاں مقبول ومنظور ہوگی۔

تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کی جن کی گواہی خود قرآن پاک دیتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے والدین کو اور ان کو جو میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہوئے اور تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو۔'' (سورہ نوح:28)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی ''اے

ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (سورہ ابراہیم:41)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا بے شک وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' (یوسف:98)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔'' (المائدہ:118)

قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ان تمام دعاؤں کا تذکرہ کر کے، جن میں انہوں نے اپنی اپنی امت کے ایمان والوں کے لیے بخشش طلب کر کے ان کی شفاعت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا اپنی امت کے حق میں شفاعت طلب کرنا بالکل جائز اور حق قرار دیا ہے۔ اگر دیگر انبیاء کا اپنی امت کے لیے بخشش طلب کرنا جائز اور حق ہے تو آنحضرت ﷺ کے لیے کیوں نہیں اور کیا اگر وہ اپنی امت کے لیے بخشش طلب کریں گے تو اللہ، جس نے انہیں ہر حال میں راضی کرنے کا وعدہ کیا ہے، ان کی دعا قبول نہ فرمائے گا۔

مندرجہ بالا تمام آیات اور احادیث کی رو سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق شفاعت ثابت ہونے کے باوجود امت کا ایک گروہ اس بات سے بالکل انکاری ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے گنہگارانِ امت کو بخش دے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق شفاعت بس اتنا ہی ہے کہ روزِ حشر جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور تمام امتی اس شدید گرمی میں حساب کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ سے سفارش کریں گے کہ اے اللہ حساب جلد شروع کر دے۔ ان کے کہنے پر اللہ حساب شروع کر دے گا اور بس شفاعت سے اس کے سوا کچھ اور مراد نہیں۔ واللہ ایسے لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کیا اللہ کے ہاں اس کے محبوب ﷺ کا مقام اتنا ہی ہے؟ اسی محبوب کے کہنے پر اللہ تعالیٰ نے شب معراج فرض نمازوں کی تعداد 50 سے کم کر کے پانچ کر دی۔ روزے بھی کم کر کے صرف 30 کر دیئے۔ اسی محبوب کی خوشی کی خاطر قبلہ کا رخ بیت المقدس سے تبدیل کر کے کعبہ کی طرف کر دیا۔ اس محبوب کے چاہنے والوں کی خاطر اپنے اصولِ قدرت بدل دیئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فجر کی اذان نہ دینے پر سورج ہی طلوع نہ ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر قضا ہو جانے پر سورج کو الٹا پھر جانے کا حکم دیا، اس محبوب ﷺ کی عظمت روزِ قیامت بس اتنی ہی ہوگی، مقامِ محمود بس اتنا ہی ہوگا؟

اس گروہ کا کہنا ہے کہ ہر انسان روزِ قیامت صرف اور صرف اپنے اعمال کی بنیاد پر بخشا جائے گا۔ بے شک اعمال بہت اہم ہیں لیکن اگر اعمال ہی ہر چیز سے اہم ہیں تو اللہ کی رحمت اور رسول اکرم ﷺ کی رحمت اللعالمینی اور ان کے امتی ہونے کی فضیلت کیا ہوئی۔ اس بات کی دلیل کے طور پر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر ان کے اعمال نیک نہ ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت بھی انہیں کوئی نفع نہ دے پائے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ نصیحت یقیناً امت کو نیک اعمال کی ترغیب دینے کے لیے تھی تا کہ امت صرف شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائے اور نیک اعمال کی بالکل کوشش نہ کرے۔ امتیوں کو اچھے اعمال اپنانے کی تلقین کرنا ہی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصدِ رسالت ہے۔ اچھے اعمال کے بغیر اللہ کی رضا کیسے حاصل کی جا سکتی ہے۔ البتہ ان اعمال کی ادائیگی میں جو خلوص و تقویٰ کی کمی رہ جائے، اس کی تکمیل رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے ذریعے ہوگی تا کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں مکمل طور پر مقبول ہو جائیں۔ ایک عام بشر، جو شر اور خیر کا مرقع ہے، کے تمام عمر کے نیک اعمال تو صرف اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکرانہ ادا کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہیں، ان کے ذریعے اپنے تمام گناہ بخشوا لینا اور تمام فرائض میں کی گئی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا تب تک ممکن نہیں جب تک ان میں اللہ کی رحمت شامل نہ ہو جائے اور اللہ، جو قیامت کے روز حساب منصف ہوگا، بڑا انصاف پسند ہے۔ میزان میں ایک طرف نیکیاں اور ایک طرف گناہ اور کوتاہیاں ہوں گی۔ جس متکبر انسان کو یہ غرور ہے کہ اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بڑھ کر ہوں گی، اس کی تمام نیکیاں بھی اس کے غرور کی نذر ہو جائیں گی۔ چنانچہ بخشش صرف عملوں پر ممکن ہی نہیں اس کے لیے اللہ کے رحم اور کرم کی ازحد ضرورت ہے اور انصاف کرنے والے اللہ کو جب گناہوں کا پلڑا نیکیوں سے بھاری دکھائی دے گا تو اسے رحم اور کرم پر آمادہ کرنے والی ذات صرف اور صرف ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے کہ ہم گنہگاروں کو تو اس روز زبان کھولنے کی بھی جرأت نہ ہو سکے گی جب ہم شرمندہ و پشیمان عظیم قدرت والے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ یہی ہے ہم گنہگارانِ اُمت کا عقیدۂ شفاعت۔ اس عقیدے کی نفی میں اپنے عملوں پر متکبر گروہ ان آیات قرآنی کو پیش کرتا ہے:

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو جب کوئی جان کسی دوسری جان کی جگہ کوئی بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو (اذنِ الٰہی کے بغیر) کوئی سفارش ہی فائدہ پہنچا سکے گی اور نہ انہیں کوئی مدد دی جائے گی۔ (البقرہ:123)

ترجمہ: اب کسی سفارش کرنے والے کی کوئی سفارش ان کے کام نہ آئے گی۔ (سورہ مدثر:48)

ترجمہ: اور (اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ (غافر:18)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا (اپنا رب سمجھ کر) پکارتے ہیں تو وہ سفارش کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (زخرف:86)

واضح ہو کہ یہ اور اس جیسی باقی تمام آیات شرک جیسا ظلم کرنے والے 'ظالموں' کافروں اور مشرکوں کے لیے ہیں جو نہ اللہ پر ایمان لائے نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں

شامل نہیں۔ ان کے کفر کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ان کی سفارش کبھی نہ کریں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا نہ ہی ان لوگوں نے دنیا میں کبھی کسی ایسے اللہ کے نیک بندے سے تعلق جوڑا ہوگا جسے روزِ قیامت اللہ سفارش کا اختیار دے گا۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے سفارشی ان ہی جیسے کافر ہوں گے جن کی سفارش یقیناً اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف امت کے ان گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے جن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان تو موجود ہوگا لیکن بشری کمزوریوں کے تحت وہ گناہوں سے بچ نہ پائے۔ البتہ منافقین جو زبان سے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن دلوں میں کفر پالتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ''آپ (ﷺ) خواہ ان (گستاخ اور آپ کی شان میں طعنہ زنی کرنے والے منافقوں) کے لیے بخشش طلب کریں یا ان کے لیے بخشش طلب نہ کریں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ (التوبہ:80)

اس آیت سے منافقین پر اللہ تعالیٰ کا غضب کفار سے بھی کئی گنا زیادہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کفار کے لیے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کریں گے ہی نہیں لیکن اُمت کے وہ لوگ جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتے رہے لیکن دل میں کفر پالتے رہے ان سے اللہ اس قدر ناراض ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی رحمت اللعالمینی کی بنا پر شفاعت فرمائیں گے، تو بھی اللہ قبول نہ فرمائے گا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی منافقت کا اظہار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کر کے کیا ہوگا اور اپنے محبوب کی شان میں گستاخی اللہ کے ہاں وہ گناہ ہے جس کی معافی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طلب کرنے پر بھی نہ ملے گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں لیکن ایمان کی اصل تعریف سے بھی واقف نہیں جو اللہ کے محبوب ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کی کہ ''تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ میں اسے اس کے مال، اولاد اور جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح مسلم۔ بخاری شریف)

یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے اور وسیلے کے بغیر ہی صرف اپنے عملوں کے ذریعے ہی اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن کی کئی آیات سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت ممکن نہیں اور اللہ نے اپنی رضا کا معیار بھی اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت ہی رکھا۔

ترجمہ: اے محبوب ﷺ ان سے کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور تمام مخلوق پر ان کی فضیلت وعظمت اور اللہ کے ہاں ان کے اعلیٰ ترین مقاماتِ محبوبیت کو مانے بغیر ایمان کا دعویٰ محض منافقت ہے۔ ایسے منافق جو ظاہری عملوں اور عبادتوں میں تو دیگر مسلمانوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں لیکن دل میں اللہ کے محبوب ﷺ کے لیے بغض رکھتے ہیں اور اپنے عملوں کی کثرت کی بنا پر غرور کرتے ہیں کہ صرف اپنے عملوں اور عبادتوں کے ذریعے اللہ کی بخشش کے حقدار بن جائیں گے۔ اللہ ان پر واضح کرتا ہے کہ وہ ان سے اس قدر ناراض ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو بھی وہ انہیں معاف نہ کرے گا۔ ان کے اپنے عملوں پر غرور کا تذکرہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہاری بخشش طلب فرمائیں تو یہ (گستاخی سے) سر ہلاتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ بے رخی کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔'' (المنافقون:5)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف آجاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں۔'' (النساء:61)

ان دونوں آیات میں انہی لوگوں کا تذکرہ ہے، جو خود پر اور اپنے عملوں پر تکبر کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اپنی بخشش کے لیے رجوع ہی نہیں کرتے اور اس کا عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاعت کا حق ہی نہیں حاصل۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

شفاعتی یو القیمة حق فمن لم یومن بھالم یکن من اھلھا (کنز العمال)

ترجمہ: میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے، پس جو کوئی اس پر ایمان نہ لائے وہ اس کا اہل نہ ہوگا۔

کیونکہ اگر وہ اس پر ایمان ہی نہ لائے گا تو اس کا طلبگار بھی نہ ہوگا اور حقدار بھی نہ ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی بخشش طلب کرنے کی اجازت اور حکم خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا اسی طرح منافقین کے لیے بخشش طلب کرنے سے منع بھی خود ہی فرما دیا۔

ترجمہ: اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مرجائے اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (التوبہ:84)

کیونکہ اگر آپ اس کے جنازے پر نماز پڑھیں گے تو اس نماز میں اس کی بخشش کی دعا بھی شامل ہوگی اور اللہ آپ ﷺ کی ان منافقوں کے حق میں دعا کو قبول نہ فرمائے گا اور آپ ﷺ کی دعا کو رد کرنا اللہ کو گوارا نہیں اس لیے بہتر ہے کہ آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرمائیں ہی نہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی رضا عزیز ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ کی رضا عزیز ہے۔ اس لیے آپ ﷺ ایسے لوگوں کے حق میں بخشش طلب ہی نہ فرمائیں گے جن کی بخشش کے متعلق اللہ نے واضح طور پر فرما دیا کہ آپ ﷺ کی دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ ردِ شفاعت کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا اور آپ ﷺ کی شفاعت کو اذنِ الٰہی سے کامل قبولیت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں میں شامل کرے جن کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت اور بخشش طلب کریں گے اور اللہ ان کی شفاعت کو قبول بھی فرمائے گا۔ (آمین)




حماد الرحمٰن سروری قادری ایم ایس سی (باٹنی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ربّ العالمین فرمایا ہے...... جتنے بھی عالم ہیں ان تمام کے تمام کو اپنے لقاء کے جلوں پر پالنے والا...... اپنے بے شمار اسماء کی طرح...... صفات کی طرح...... اس کے عالم بھی بے شمار ہیں...... عالم وہ ہے جس میں اُس نے ظہور فرمایا......
جس طرح ہر شخص کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے بالکل اسی طرح ہر عالم جس میں اس کی کوئی صفت ظاہر ہے وہ عالم اسی صفت کا مظہر ہے۔ کسی عالم میں جمال ہے اور کسی میں جلال ہے...... ہر انسان میں اللہ کی ذات موجود ہے خواہ وہ سعید ہو یا شقی...... ہر انسان ایک عالم ہے...... ایک اسم کا مظہر ہے۔ ان تمام عالموں کا...... اسماء کا رب...... ربّ العالمین ہے...... رب الارباب ہے...... ھُو اللہ ہے...... احد ہے...... صمد ہے...... لامکان میں ہے مگر ہر مکان میں ہے...... الرحمٰن ہر ایک میں ہے الرحیم صرف انبیاء صدیقین' شہداء اور صالحین میں ہے......

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ربّ العالمین اور رب الارباب فرمایا ہے...... اپنے محبوب کو...... رحمت اللعالمین بنایا...... رحمت کیا ہے؟...... رحمت ذاتِ الٰہی کا سِرّ ہے۔ علمائے ظاہر کے نزدیک اللہ کی ذات میں رحمت پوشیدہ ہے۔ مگر...... اولیاء کاملین اور علمائے باطن کا مشاہدہ ہے کہ رحمت میں اللہ کی ذات پوشیدہ ہے۔ اسمِ اللہُ اور اسمِ محمد ﷺ کا سِرّ رحمت ہے...... رحمت ھُو ہے۔ حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اے طالب! اس بات کو تو جان لے کہ عارف باللہ کا قلب اللہ کی رحمت سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ اس کے قلب نے حق تعالیٰ جل شانہٗ کو سما لیا ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت حق تعالیٰ کو نہیں سما سکتی۔ یہ قول علمائے ظاہر کی زبان کا اشارہ ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ رحمت کرنے والا ہے مرحوم نہیں ہے۔ پس رحمت کا حق تعالیٰ کی ذات میں کوئی حکم اور اثر نہیں۔ اس کے برعکس علمائے باطن کی زبان کا یہ اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت حق تعالیٰ کو سما لیتی ہے۔'' (فصوص الحکم۔فص حکمت قلبیہ فی کلمہ شعیبیہ)

اللہ تعالیٰ نے جب ظاہر ہونا چاہا تو سب سے پہلے نورِ محمد ﷺ کو نمودار فرمایا۔ اس مقام کو 'جہاں نور محمدی کا ظہور سب سے پہلے ہوا' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ مقامِ منفرد فرماتے ہیں۔ عین الفقر کے باب اوّل میں فرمایا ہے کہ:

''مقام منفرد کیا ہے؟ وہ مقام کہ جہاں پہلی بار نور محمدی ﷺ پوری ارادت و صدق کے ساتھ نور خدا سے نمودار ہوا۔'' حدیث مبارکہ ہے۔

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی

یہی رحمت اللعالمین کا ظہور تھا...... یہی وہ نور رحمت تھا جس سے تمام مخلوقات کو تخلیق کیا گیا...... حدیث مبارکہ ہے۔

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِی

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور کل مخلوقات میرے نور سے ہیں۔

رحمت حضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہے...... رحمت نورِ محمد ﷺ ہے جس نے تمام عالمین کے جسد کو مغز عطا کیا...... تمام اسماء میں رحمت ہے...... تمام صفات میں رحمت کا عنصر موجود ہے...... تمام عالمین میں رحمت موجود ہے...... کہ رحمت کے سوا کچھ موجود نہیں...... لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو......

آپ ﷺ ہر ایک کے لیے رحمت ہیں...... آپ ﷺ رحمتِ عامہ و رحمتِ خاصہ ہیں...... آپ ﷺ ہی رحمت الٰہیہ ہیں...... اللہ تعالیٰ نے رحمت عامہ سے ہر شے کو ایجاد کیا۔ جمال میں بھی رحمت ہے اور جلال میں بھی...... جلال بھی حقیقت میں رحمتِ عامہ ہی ہے...... کہ اس کی رحمت ہر شے پر محیط ہے...... اس کا جمال اس کے جلال پر سبقت لے گیا...... جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس احدیت' وحدت' واحدیت' ملکوت' جبروت و ناسوت اور حضرت انسان میں سرایت کرنے والی ہے بالکل اسی طرح رحمتِ الٰہیہ بھی اللہ تعالیٰ کے جمیع مراتب میں سرایت کرنے والی ہے...... اس کا جلال بے سبب نہیں ہوتا...... یہ اس کی رحمت عامہ ہی ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی...... اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا...... رات کے بعد دن...... بیماری کے بعد شفا...... باطل کے بعد حق اور...... ظلم کے بعد رحم...... ابتداء کے بعد انتہا...... پتھر سے لعل...... چور سے قطب...... اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے ظہور کے لیے پیدا فرمایا تو سب سے پہلے اپنے نور سے نورِ رحمت کو تخلیق فرمایا...... نورِ رحمت

پوری کائنات کے اندر روحِ محمد ﷺ کی صورت میں جلوہ گر ہے...... اسی نور رحمت سے سورج نکلتا ہے اور کائنات چلتی ہے اسی سے حیوانی وجود میں حرکت ہے اور نباتاتی وجود (Plant Growth) بڑھتا ہے۔ اس رحمت کو رحمتِ عامہ کہتے ہیں جو کائنات کے ہر فرد میں جاری و ساری ہے۔ اس رحمتِ عامہ کے ظہور کی شرط کافرو مسلمان' امیر وغریب' گورا کالا رنگ نہیں بلکہ یہ ہر ایک میں موجود ہے...... رحمتِ الٰہیہ محدود نہیں چونکہ رحمت حق ہر ایک شخص میں موجود ہے اس لیے حقیقت میں ہر ایک شخص سعید ہے...... رحمتِ حق کے موجود ہونے سے مراد اس شے کو ایجاد کرنا ہے...... رحمت کے سوا کچھ موجود نہیں...... بلا و مصیبت کا وجود بھی رحمت عامہ ہی سے ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

اس آیت مبارکہ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے سے وسیع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی رحمت سے وجود بخشا۔ رحمت عامہ ہی رحمت واسع ہے۔

حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر شے کو وجوداً وحکماً سما لیا ہے۔ ازروئے وجود اور ازروئے حکم رحمتِ الٰہیہ ہر شے پر واسع ہے۔ غضب کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے۔ جب حق تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہوئی اور ہر عین کے لیے ایک وجود ہوا تو اس طرح اللہ کی رحمت بھی ہر عین پر عام ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس رحمت سے ان پر وجود علمی میں رحم فرمایا ہے تو اسی رحمت سے وہ وجود عیانی کے قابل (خارجی وجہ پانے) اور راغب ہوئی۔ اسی لیے اللہ کی رحمت ہر شے پر وجود اور حکم میں وسیع ہے۔

اور غضب کا وجود بھی اللہ کی رحمت سے ہے۔ کیونکہ غضب خدا کی صفت ذاتی نہیں ہے بلکہ رحمت ہی اللہ کے لیے ذاتی صفت ہے کیونکہ وہ بذاتہ جواد ہے فیاض ہے اور خزانہ رحمت سے وجود عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب ایک عارضی چیز ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت لازمی ہوتی ہے۔ اس سے اصلاح مقصود ہوتی ہے ظلم نہیں۔ اُس غضب کا انجام انعام اور اکرام ہوتا ہے لہٰذا وہ غضب غضب نہیں بلکہ عین رحمت ہے۔ (فصوص الحکم)

پس اسمائے جمالی اور اسمائے جلالی دونوں کا وجود رحمتِ الٰہیہ سے ہے۔ اسمائے جلالیہ جبار' قہار وغیرہ میں بظاہر تو غضب نظر آتا ہے مگر ان تمام اسماء کے باطن میں رحمت ہی پوشیدہ ہے۔ عارفین ہر اسم میں رحمت کا ہی مشاہدہ کرتے ہیں اسی لیے انہیں اسمائے جلالیہ میں بھی رحمت ہی نظر آتی ہے۔

حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تحقیق اللہ کی رحمت ہر شے پر وسیع ہے اور رحمتِ الٰہی اس کے غضب پر سابق ہے۔ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ آخرت میں ہر انسان کے ساتھ، خواہ وہ کافر ہے خواہ وہ مومن ہے، اپنی رحمت کے ساتھ معاملہ کرے گا کیونکہ سوائے رحمت کے کوئی دوسری شے نہیں جو غضب پر سبقت کرے۔ پس ہر واصل پر رحمت کا حکم جاری ہے اگرچہ وہ رحمت واصل کے حال کے مطابق عطا کی جاتی ہے مومن جنت میں واصل ہو جاتا ہے اور کافر کو رحمت دوزخ میں نصیب ہوجاتی ہے۔

پس جو شخص اہلِ فہم یعنی عارف باللہ ہے وہ اس چیز کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی خلق کا انجام آخرت میں سعادت کی طرف ہے اور جس کی سمجھ میں یہ راز نہ آئے تو وہ اس راز کو ہم سے حاصل کرے۔ (فصوص الحکم)

رحمتِ خاصہ وہ رحمت ہے جو صرف اور صرف انبیاء' صدیقین' شہداء و صالحین کے لیے مخصوص ہے۔ جب کسی پر نظر رحمت پڑتی ہے تو یہ رحمتِ خاصہ کو تخلیق کرتی ہے اور سعید سے عارف ایجاد ہوتا ہے۔ رحمت خاصہ انبیاء کو نبوت عطا کرتی ہے۔ صدیقین کو صدق اور شہید کو دیدارِ الٰہی عطا کرتی ہے۔ امت محمدیہ ﷺ کے اولیاء کرام کو رحمت خاصہ لقائے الٰہی سے مشرف کرتی ہے اور مقام منفرد تک پہنچا کر حقیقت محمدیہ ﷺ سے مشرف کرتی ہے۔

حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تم کو جاننا چاہیے کہ رحمت ایجاد میں عام ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے رنج والم پر رحمت کرنے سے رنج والم کو موجود کیا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمتِ عامہ سے ہر شے کو ایجاد کیا۔ لہٰذا آلام کو بھی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایجاد کیا یعنی آلام کے ساتھ بھی اللہ کی رحمت شامل ہے۔ دنیوی بلاؤں کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب لوگوں سے بڑھ کر انبیاء پر بلائیں نازل ہوتی ہیں پھر اس سے کچھ کم اولیاء اللہ پر اور پھر اس سے کم درجہ بدرجہ لوگوں پر۔ عام مسلمانوں کے لیے تکالیف گناہ کا کفارہ ہوتی ہیں۔ اور انبیاء و اولیاء کے لیے مراتب و مدارج کی ترقی کا باعث ہوتی ہیں۔ آلامِ آخرت کے متعلق یہ ہے کہ حق تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ میں اس لیے بھیجے گا تاکہ وہ عذاب کے باعث رب تعالیٰ کو یاد کریں۔ دنیا میں وہ یادِ حق سے غافل تھے لیکن دوزخ میں پہنچتے ہی وہ ذاکر ہوجائیں گے۔ اگر غافل ذاکر بن جائے تو وہ عذاب اُس راحت سے ہزار درجہ بہتر ہے جو بندہ کو حق تعالیٰ سے غافل کر دے۔ پس عذاب آخرت میں بھی رحمت پوشیدہ ہے۔

رحمتِ الٰہیہ کا موجودات پر اثر دو جہت سے ہوتا ہے۔ ایک اثر بالذات ہے اور وہ ہر موجود کے عین ثابتہ کو رحمت سے ایجاد کرنا ہے۔ یعنی جب موجودات خارجیہ کے اعیان ثابتہ[1] نے مرتبہ علم میں ظہور خارجی کا تقاضا کیا تو اللہ نے اپنی رحمتِ عامہ سے ان اعیان ثابتہ کو اعیان خارجیہ[2] کا لباس پہنا دیا اور یہ اس کی رحمت عام ہے جو ہر موجود کو شامل ہے اور اس ایجاد میں اللہ کی رحمت کسی غرض یا عدم غرض اور موافق یا غیر موافق

1 اعیان عین کی جمع ہے۔ عین ثابتہ سے مراد موجودات کا وہ وجود ہے جو اپنا ظہور پانے سے پہلے ذات حق تعالیٰ میں موجود تھا۔ 2 اعیان خارجیہ سے مراد موجودات کا ظاہر ہونا اور اپنا خارجی وجود پانا ہے۔ اللہ اپنی رحمتِ عامہ سے ہر موجود کے وجود کو اپنی ذات سے ظہور بخشتا اور عین ثابتہ سے عین خارجہ میں تبدیل کرتا ہے۔

کسی طرف نظر نہیں کرتی ہے۔ اعیان ثابتہ کو اعیان خارجیہ کا لباس ہر وقت پہنایا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ ابد الآباد تک جاری رہے گا۔ شیخ آگے فرماتے ہیں کہ رحمت ذاتیہ ہر موجود عینی کو بغیر کسی غرض کے اور بغیر کسی تخصیص کے ایجاد کرنے والی ہے کیونکہ وہ ہر موجود عینی میں قبل موجود خارجی کے نظر کرنے والی ہے۔ مراد یہ ہے کہ رحمت ذاتیہ کا اثر بالذات اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ مرتبہ احدیت میں جب اسماء و صفاتِ الٰہیہ ظہور کا تقاضا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس تقاضا کو پورا کرنے کی خاطر ان کو پہلے علمی لباس پہناتی ہے اور بعد میں خارجی لباس پہناتی ہے۔ پس اس ایجاد میں رحمتِ الٰہیہ ہر شے پر وسیع ہے۔ نیز رحمتِ الٰہیہ ہر شے کو وجود خارجی عطا کرنے سے قبل اس کے عین ثابتہ پر نظر کرتی ہے۔ جس مخلوق کو مخلوق اپنے اعتقادات میں مخلوق سمجھ رہی ہے وہ حقیقت میں حق ہے۔ لہٰذا جب رحمتِ الٰہیہ کسی ایک عین ثابتہ پر نظر کرتی ہے تو اُس پر اپنی ذات سے رحمت کی یعنی اپنی ہی ذات سے اس کو وجودِ خارجی بخشا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے سب سے پہلے اپنی ہی ذات پر رحم کیا (یہ رحمتِ الٰہیہ کا اثر بالذات ہے)۔ تو یہ پہلا اثر اپنی ذات کے متعلق تھا۔ دوسرا اثر موجودات پر ہے کہ ہر موجود ذاتِ حق سے رحمت کا سوال کرتا ہے اور وہ رحمت ہر سائل کی استعداد کے مطابق اُس موجود پر نازل ہوتی ہے۔ محجوب لوگ حق تعالیٰ سے اپنے اعتقاد کے مطابق سوال کرتے ہیں چونکہ وہ حق تعالیٰ کو عالم سے اور اپنی ذات سے جدا سمجھتے ہیں وہ محض تنزیہہ کے قائل ہیں۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کے طالب ہیں۔ کشف والے سوال کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود صفت رحمت کو ان میں قائم کرے۔ اس لیے یہ لوگ اسم اللہؔ سے حق تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہؔ اے رحمٰن ہم پر رحم فرما۔ پھر حق تعالیٰ ان میں صفت رحمت کو قائم کر کے ان پر رحم کرتا ہے۔ یعنی وہ مجسم رحمت ہو جاتے ہیں۔ یعنی اپنی ذات سے فانی ہو کر ذات حق کے ساتھ باقی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عارفین کے ساتھ اپنی رحمت خاصہ کو ہر وقت شامل حال کر دیتا ہے یعنی ان پر رحمتِ الٰہیہ کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو دولت عرفان سے منور کر دیتا ہے ان کو حضور سرور کائنات ﷺ کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ بعض بزرگ دائمی حضوری والے ہوتے ہیں۔ باطنی سلطنت ان کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ حقیقت محمدی ﷺ کا ان کے قلوب میں ظہور ہوتا ہے اور وہ غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نائب ہوتے ہیں۔

## رحمت کی اقسام

رحمتِ الٰہیہ اسماء و صفات دونوں کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ اسمائے الٰہیہ کی رو سے رحمتِ اسمائی وہ رحمت ہے جو عطائے الٰہی ہے اور اسمائے الٰہی سے مخلوق کو پہنچ رہی ہے۔ رحمتِ اسمائی کی مزید دو اقسام ہیں۔ ایک رحمت خالص اور دوسری وہ رحمت جو مکروہات سے ملی ہوئی ہے۔ مکروہات سے مراد غضب یا اسمائے جلالیہ میں رحمت کا وجود ہے۔ اسی طرف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا۔ فرمانِ باھو رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ:

مرشد طبیب کی مثل ہوتا ہے اور طالب مریض کی مثل۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اسے تلخ و شیریں دوائیں دیتا ہے اور مریض پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ دوائیں کھائے تاکہ صحت یاب ہو سکے۔ (عین الفقر)

یہ مکروہات سے ملی ہوئی رحمت کی طرف اشارہ ہے کہ جس کا مقصود رحم و کرم ہے' لطف و عنایت ہے۔

حضرت علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف مبارکہ فصوص الحکم میں اسمائی رحمت کی ان دونوں اقسام پر بحث فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رحمت جو مکروہات سے ملی ہے کو واضح کرنے کے لیے طبیب اور مریض کی مثال دی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رحمت حق کی بہت سی شاخیں ہیں اور اسمائے الٰہی کے تعدد سے رحمت بھی متعدد ہوتی ہے۔ یعنی ہر اسم الٰہی کی طرف رحمت کی ایک مختلف نسبت ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی ہر صفت میں رحمت پائی جاتی ہے اور ہر اسم ایک خاص صفت یعنی ایک خاص رحمت کا مظہر ہے۔ اسی لیے حق سبحانہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ ہر اسم الٰہی کے ساتھ رحم کرے۔ بندہ حق تعالیٰ سے حیات بھی مانگتا ہے' علم' قدرت' سمع' بصر کلام اور صحت بھی مانگتا ہے رزق بھی مانگتا ہے۔ گویا جب بندہ حق تعالیٰ سے رحمت مانگتا ہے تو درحقیقت وہ جملہ صفات کا طالب ہے۔ جب جملہ صفات کا طالب ہے تو گویا جملہ اسماء الٰہیہ کو پکارتا ہے۔ لہٰذا دعا کرتا ہے کہ الٰہی! مجھ پر جملہ اسمائے الٰہیہ کے ساتھ رحم کر یعنی مجھے اپنی جملہ صفات عطا کر۔ مجھے اپنے جملہ انعام و اکرام عطا کر۔ یعنی مجھے اپنی ذات کا مظہر بنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وہ ہے جس کے متعلق اللہ کا قول ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

یعنی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت موجود ہے۔ اسماء الٰہیہ چونکہ لامتناہی ہیں اس لیے رحمتِ الٰہیہ کے شعبے بھی لامتناہی ہیں لیکن ہر اسم کی ایک مختص حقیقت ہے اور ہر اسم ایک خاص صفت کا مظہر ہے۔ پس سائل رحمت کے طلب کرنے میں اللہ کو اُسی خاص اسم کے ساتھ پکارتا ہے جس قسم کی خاص رحمت کا وہ طالب ہے۔ لہٰذا ہر اسم دوسرے اسم سے اپنی ذات کے خاص مفہوم کی خاطر متمیز ہے۔ پس اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تحقیق ہر اسم کے لیے ایک مختص حکم ہے دوسرے اسم کے لیے نہیں ہے۔ ابو القاسم ابن قسی نے اسمائے الٰہیہ کے بارے میں کہا ہے کہ ہر اسم انفرادی طور پر باقی جملہ اسماء الٰہیہ کے ساتھ مُسمّٰی ہے یعنی جب تو ایک خاص اسم کو ذکر میں مقدم کرے تو حقیقتاً اُس اسم خاص کو جمیع اسماء کے ساتھ موصوف اور منعوت (تعریف) کر سکتا ہے۔ مثلاً جس وقت تو نے رحمٰن کہا تو کہہ سکتا ہے

کہ وہ غفار بھی ہے ستار بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسماء ذاتِ واحدہ پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ اس ذاتِ واحد پر لاتناہی اسماء وارد ہوتے ہیں اور ان اسماء کے حقائق اور معانی بھی مختلف ہیں۔

پھر رحمتِ الٰہیہ بندوں کو دو طریقوں پر پہنچتی ہے۔ ایک طریقہ وجوب[1] کا ہے جو اس آیت سے اَکْتُبُ کے لفظ سے ظاہر ہے۔

فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ

یعنی ''میں رحمت ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو تقویٰ کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔'' یعنی یہ رحمت اُن لوگوں کے لیے ہے جو صفاتِ علمیہ وعملیہ کے مقید ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس رحمت وجوبی کا تعلق علم اور عمل کے ساتھ ہے۔ دوسرا طریق رحمت امتنانِ الٰہی[2] ہے۔ یہ محض فضلِ الٰہی ہے اور محض عطیہ ہے۔ اس کا عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ امتنان سے مراد احسان کرنا ہے اور احسان عملوں کے بدلے میں نہیں کیا جاتا۔ اللہ کی رحمتِ امتنانی بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات ہے جیسا کہ اس نے فرمایا کہ ''اللہ کا احسان ہے کہ تم میں سے ہی ایک نبی مبعوث کیا۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے جو حضور ﷺ کی خاطر سابقہ اُمم اور اس امت کے گناہوں کی معافی کا اعلان فرما دیا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

یہ بھی محض عطیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس میں بھی اُمت کے اعمال کی کوئی قید نہیں۔ یہ محض حضور ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ہے۔

رحمت کی مزید اقسام درج ذیل ہیں:

(i) رحمتِ عامہ
(ii) رحمتِ خاصہ
(iii) رحمتِ ذاتیہ
(iv) رحمتِ صفاتیہ

رحمتِ عامہ کو رحمت امتنانی بھی کہا جاتا ہے اور رحمتِ خاصہ کو رحمتِ وجوبی و رحمتِ وجودیہ بھی کہا جاتا ہے۔ رحمتِ عامہ اور رحمتِ خاصہ یہ دونوں اقسام کی رحمت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں مندرج ہیں۔ رحمتِ عامہ کو اس لیے رحمتِ عامہ کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کا وجود رحمت سے ہے۔ یہی رحمتِ عامہ ہے۔ رحمتِ امتنانی اسمِ رحمٰن کی صفت ہے کہ جو انسان، حیوان، چرند پرند الغرض تمام مخلوقات میں موجود ہے۔ رحمت وجوبی (رحمت خاصہ) اسم الرحیم کی صفت ہے۔ چونکہ اسمِ الرحمٰن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر امتنان (احسان) کیا اسی لیے رحمتِ عامہ کو رحمتِ امتنانی بھی کہتے ہیں اور اسمِ رحیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کے طبقہ کو اپنی رحمتِ وجودیہ و رحمتِ خاصہ سے نوازا جس کے نتیجہ میں مومنین نے لقائے الٰہی کی طلب کی اور مشرف بہ لقاء ہوئے۔ لقاء کے بعد ان مومنین پر اللہ کی رحمت واجب ٹھہری اور مومنین کو عرفانِ حق نصیب ہوا یہ رحمت رحمتِ خاصہ یا رحمتِ وجودیہ کہلائی۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف مبارکہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں تین قسم کے اسمائے الٰہی ہیں۔ پہلی قسم اسم ''اللّٰہ'' ہے دوسری قسم ''الرحمٰن'' ہے اور تیسری قسم ''الرحیم'' ہے۔ اسم اللّٰہ صرف دل مذکور پر لکھا جاتا ہے۔ ''الرحمٰن'' ہر مومن و منافق اور کافر کے دل پر لکھا ہوا ہے کہ اسی سے ہر ایک کو رزق ملتا ہے۔ ''الرحیم'' صرف مومن مسلمان کے دل پر لکھا ہے۔ (عین الفقر)

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے قول مبارک کے عین مطابق رحمتِ عامہ اسم الرحمٰن سے ہے جو کہ ہر ایک مسلمان کافر ومنافق کے لیے یکساں ہے۔ ہر ایک کو روزی، صحت، اولاد اور دیگر عام نعمتیں دیتا ہے جبکہ اسم الرحیم رحمت خاصہ ہے جو مومن کو وجود بخشتی ہے۔ ایک نوری وجود جس سے طالب مذکور تک پہنچتا ہے۔ جب طالبِ مولیٰ کے وجود میں رحمت خاصہ کا ظہور ہوتا ہے تو طالبِ مولیٰ کو فنا حاصل ہوتی ہے۔ وہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ یہاں اس پر رحمتِ صفاتیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور طالبِ مولیٰ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سے کوئی طالبِ مولیٰ اتنا ہی متصف ہوتا ہے جتنی کہ اس پر رحمت صفاتیہ غالب ہوتی ہے۔ یہ کوئی کامل مرتبہ نہیں ہوتا۔ اگر طالبِ مولیٰ میں استقامت ہو اور نظرِ رحمت و کرم مرشد کی انتہا ہو تو طالبِ مولیٰ رحمتِ صفاتیہ کی تجلی کو برداشت کرتا ھَلْ مِنْ مَّزِیْد (مجھے اور دو) مزید پکارتا ہے اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ تک پہنچتا ہے اس مقام پر طالبِ مولیٰ پر رحمتِ ذاتیہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہی بقا ہے اور یہی انسانِ کامل کا مرتبہ اور یہی حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے۔ حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حق تعالیٰ اپنی رحمت سے عارف کے دل پر متجلی ہوتا ہے تو اس کا بشری وجود گداز ہو جاتا ہے اور روح القدس جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے پس وہ بندۂ مرحوم خود راحم کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور خلقِ خدا میں فیضانِ الٰہی تقسیم کرتا ہے۔''

رحمتِ ذاتیہ سے ہی اہلِ دنیا پر انسان کامل نظرِ رحمت کرتے ہیں اور طالبِ مولیٰ کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب سے نوازتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بقیہ: صفحہ نمبر 12

1 رحمت وجوبی اللہ کے بندے اپنے نیک اعمال کے ذریعے اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور اس میں نیک اعمال وتقویٰ کی بدولت اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

2 رحمت امتنانی اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اس رحمت سے فیض یاب کر دیتا ہے۔ اس رحمت کے زیر اثر خود نیک اعمال کی توفیق اور تقویٰ عطا کرتا ہے۔



# حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص وفضائل

محمد راشد سروری قادری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص وفضائل کو کماحقہ طور پر بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص وفضائل کیونکر بیان ہوں کہ ورفعنا لک ذکرک (ترجمہ: اے محبوب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا۔) کی چادر کا سایہ آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہے اور اللہ تعالیٰ روز ازل سے ابد تک آپ ﷺ کے ذکر کو مسلسل بلند کر رہا ہے۔ بقول شاعر۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر ہے اونچا تیرا، بول بالا تیرا

علماء ظاہر و باطن ہر دور میں آپ ﷺ کے خصائص وفضائل بیان کرتے رہے ہیں۔ ماہ ربیع الاول جو کہ آپ ﷺ کی اس دنیا میں آمد کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں آپ ﷺ کی سیرت، تعلیمات اور خصائص و فضائل بڑھ چڑھ کر بیان کیے جاتے ہیں تاکہ عوام الناس کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کی حقیقت سے آشنائی حاصل ہو۔ اور وہ اپنے دلوں میں عشق رسول ﷺ کے جذبہ کو فروغ دے کر اپنے ایمان کو کاملیت کے درجہ تک پہنچا سکیں۔ ذیل میں اسی مقصد کے پیش نظر آپ ﷺ کے چند خصائص و فضائل بیان کیے جا رہے ہیں۔

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا

حضور ﷺ کا نُورِ اقدس اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے پیدا کیا۔ آپ ﷺ ہی اول مخلوق ہیں۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

ترجمہ: وہی (اللہ اور اُس کا رسول) اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (سورہ الحدید: ۳)

حضرت محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مدارج النبوت شریف میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "بیان کردہ پانچ صفتیں 1. اول 2. آخر 3. ظاہر 4. باطن 5. اور ہر چیز کو جاننا، یہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی کا خطبہ انہی کلمات سے پڑھا اور نیز یہ کلمات اور پانچ صفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و تعریف بھی ہیں۔ یعنی حضور ﷺ پیدائش کے اعتبار سے سب سے اول ہیں اور دنیا میں سب نبیوں سے آخر میں تشریف لائے۔ مزید آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کوئی ظہور حضور ﷺ کی مثل نہیں اور کوئی نور حضور ﷺ کے نور کی مثل نہیں اور باطن (پوشیدہ) ہیں حضور ﷺ کے اسرار کہ کسی کو حضور ﷺ کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی اور تمام حضور ﷺ کے کمال و جلال کے نظارہ میں حیران وخیرہ رہ گئے اور حضور ﷺ ہر چیز جاننے والے ہیں، ذات الٰہی کی شانیں اور صفات حق کے احکام اور اسماء اور افعال و آثار کے جاننے والے ہیں اور تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر سب کا حضور ﷺ نے احاطہ کر لیا، سب کو گھیر لیا۔ (مدارج النبوۃ۔ جلد 1)

جواہر البحار شریف میں حضور ﷺ کا فرمان قدسی نقل ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنا قدرت والا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اُس کی قدرتی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی تو میں نے اولین اور آخرین کے علم کو جان لیا۔" حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے نسبت حاصل ہوگئی کہ وہ اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

قرآنِ مجید کی ایک اور آیت آپ ﷺ کے اول اور آخر ہونے کے ثبوت میں آئی ہے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا تم (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریم سے اور ہم نے ان سے سخت عہد لیا۔ (الاحزاب: 7)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرمان حق تعالیٰ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پیدائش میں مُقدم ہوں، اول ہوں اور

مبعوث ہونے میں آخر ہوں۔'' (خصائص الکبریٰ)

حضرت امام سیوطیؒ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اول ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پہلے آپ ﷺ کا ذکر ''مِنكَ'' کے ذریعہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نور کے اوّل تخلیق ہونے کے بارے میں ایک حدیث شریف میں یوں بیان فرمایا:

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور ﷺ پہ قربان! مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز تخلیق کی؟ فرمایا اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا تعالیٰ نے چاہا دورہ کرتا رہا' اس وقت لوح وقلم' جنت و دوزخ' فرشتگان' آسمان' زمین' سورج و چاند' جن و آدمی کچھ بھی نہ تھا۔''

اس حدیث شریف (اول ما خلق اللّٰہ نوری) کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں' امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور اسمٰعیل دہلوی دیوبندی نے رسالہ ''یک روزہ'' میں' بلا انکار بطور حجت و دلیل نقل کیا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّل' آخر' ظاہر اور باطن ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وجہ تخلیقِ کائنات ہیں

حضور ﷺ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور جو کچھ چودہ طبقات میں ہے پیدا فرمایا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا اور تیری اُمت میں جو ان (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پائیں انہیں حکم دے کہ ان پر ایمان لائیں پس اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا البتہ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ ڈگمگایا لہٰذا میں نے اس پر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' لکھ دیا پس وہ ٹھہر گیا۔ (انوار العاشقین)

بقول شاعر

جلوہ جاناں نہ تھا تو کچھ نہ تھا
جلوہ جاناں نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلوبِ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب کعبے کی تعمیر کر رہے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''اے اللہ میری اولاد میں سے تو اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرما۔'' آپ علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمائی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب (علم شریعت) اور حکمت (علم لدنی) سکھائے اور ان کا تزکیہ (تزکیہ نفس) کرے۔ بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا ہے۔ (سورہ بقرہ: 129)

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تمام بنی آدم کی راہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس بعثت کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اُن پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ (تزکیہ نفس) کرتا ہے اور انہیں کتاب (علم شریعت) اور حکمت (علم لدنی) سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران: 164)

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل یہود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے دعا کرتے تھے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلے سے اوس وخزرج پر فتح مانگا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب سے مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ کے منکر ہوگئے اور انکار کر دیا اس سے جو آپ ﷺ کے حق میں کہا کرتے تھے۔ پس معاذؓ بن جبل اور بنی سلمہ کے بھائی بشر بن البراء بن معرور نے اُن سے کہا: اے یہود کے گروہ اللہ سے ڈرو اور مسلمان بن جاؤ تم تو ہم پر بوسیلہ محمد ﷺ فتح مانگا کرتے تھے۔ حالانکہ ہم مشرک تھے اور تم ہمیں خبر دیا کرتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والا ہے اور ہمارے پاس ان کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے۔'' اس پر اسلام بن مشکم نے کہا کہ یہ وہ نہیں جن کا ہم تمہارے پاس ذکر کیا کرتے تھے یہ وہ شئے نہیں لائے جسے ہم پہچانتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں قرآن کی یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے

وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ تو جب تشریف لایا اُن کے پاس وہ جانا پہچانا اُس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔ (سورہ بقرہ:89)

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے بھی نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے اس دنیا میں بھیجے سب کے سب آپ ﷺ کی آمد سے اپنی اپنی اُمت کو آگاہ کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خبر دی اور آپ علیہ السلام کی پیروی کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی اُمت کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بارے میں بشارت یوں بیان فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں میں اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی تمہیں بشارت سناتا ہوں اُن کا نام احمد (ﷺ) ہے۔ پھر جب وہ (احمد ﷺ) اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو بولے یہ کھلا جادو ہے۔ (الصف:6)

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب سب سے اعلیٰ اور پاکیزہ ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نسب مبارک اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی آلودگی سے ہر زمانے میں مبرا رکھا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اور حضرت حوا علیہا السلام سے لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک کوئی بھی شخصیت کسی طرح کے ظاہری و باطنی شرک و گناہ میں مبتلا نہیں تھی بلکہ اپنے اپنے دور کے معزز اکابر اور سردار تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے اعلیٰ و پاکیزہ نسب کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کیں۔

حدیث مبارکہ ہے ”اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا پس مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا پھر قبیلوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں بنایا پھر گھروں کو چنا تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں پیدا کیا پس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔ (ترمذی)

ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنے نسب کے بارے میں فرمایا: ”میرے ماں باپ زنا میں جمع نہیں ہوئے۔ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف و مہذب نقل کرتا رہا۔ کوئی دو گروہ جدا نہ ہوتے تھے مگر ان میں سے بہتر میں تھا۔“ (دلائل النبوۃ)

## ولادتِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کا میلاد النبی ﷺ منانا

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ کثرت سے آیا ہے کہ جس سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی اُس سال تمام عرب میں جتنی عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اُولاد دی سب کو بیٹے عطا ہوئے۔ اس سال کسی عورت کے ہاں لڑکی پیدا نہیں ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ آپ ﷺ کی اس دنیا میں آمد پر یہ ظلم ہو کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں اور آپ ﷺ کی آمد پر اللہ نے خوشی کے اظہار کے طور پر بھی سب عورتوں کو بیٹے عطا کیے۔ اللہ تعالیٰ کی اس خوب صورت عطا کو شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا:

محمدؐ کی ولادت پر ہوئے سب کو عطا بیٹے
اسے میلاد[1] کہتے ہیں' محبت ہو تو ایسی ہو

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور محلاتِ شام وقصرِ کسریٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے موقعہ پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نور دیکھا جس سے شام کے محلات نظر آئے۔ (الطبرانی)

آپ ﷺ کی ولادت کے موقعہ پر قصرِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے اور آتش فارس بجھ گئی۔

کسریٰ نے یہ واقعات دیکھ کر موبذان فارس سے ان کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ عرب کی طرف سے کوئی حادثہ وقوع میں آئے گا۔ تب کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ میرے پاس عرب کے کسی عالم کو بھیج دو جو میرے سوالوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن حیان کو بھیجا۔ جب کسریٰ نے عبدالمسیح کو سب ماجرا کہہ سنایا تو اس نے جواب دیا کہ اس کا علم میرے ماموں سطیح کو ہے جو ملک شام کے مشرقی حصہ میں رہتا ہے۔ اس پر کسریٰ نے عبدالمسیح کو ملک شام میں سطیح کے پاس بھیجا جب عبدالمسیح وہاں پہنچا تو سطیح بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا۔ عبدالمسیح کی طرف سر اُٹھا کر اس نے الہام سے کہا۔

”اے عبدالمسیح تو سطیح کے پاس آیا ہے حالانکہ وہ تو پادر گور (جس کے پاؤں قبر میں ہوں) ہے تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے۔ کیونکہ اس کا محل ڈگمگا گیا ہے اور آگ بجھ گئی ہے اور موبذان نے خواب میں دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کے آگے آگے

1 میلاد کے معنی خوشی منانے کے ہیں۔

ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے دجلہ کو عبور کیا اور بلادِ فارس میں پھیل گئے۔ اے عبدالمسیح جب تلاوت ظاہر ہوگی اور بحیرہ ساوۃ[1] جذب ہوجائے گا۔ اور صاحب عصا (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ظاہر ہوجائیں گے اور وادی سماوۃ[2] لبالب ہوجائے گی۔ تو ملک شام نہ رہے گا۔ ان میں کنگروں کے عدد کے موافق بادشاہ اور ملکہ ہوں گی اور جو آنے والا ہے وہ آکر رہے گا۔"

یہ کہہ کر سطیح مرگیا اور جیسا اُس نے کہا تھا ظہور میں آیا۔ نوشیرواں سے یزدگرد تک چودہ ملک و ملکہ تخت فارس پر بیٹھے پھر تمام فارس مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاءؑ ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں اور تمام انبیاء اپنی اپنی اُمت کو یہ خبر دیتے رہے ہیں کہ ایک نبی آئے گا اور آپ ﷺ کے بعد نہ تو پہلے انبیاء نے کسی نبی کی خبر دی اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب یا صحیفہ میں آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کی طرف کوئی اشارہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی خصوصیت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

ترجمہ: محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (احزاب: 40)

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جن وانس کے رسول ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانس کے لیے رسول اور بنی آدم کا سردار بنا کر بھیجا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے حبیب ﷺ) ہم نے تمہیں (قیامت تک آنے والے) سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا (ایمان والوں کو) خوشخبری سناتے والا اور کافروں کو ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ (منکر اس بات کو) نہیں جانتے۔ (سبا: 28)۔ حدیث رسول ﷺ ہے:

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً

ترجمہ: اور میں بھیجا گیا تمام مخلوقات کی طرف۔ (مسلم)

ایک اور حدیث شریف میں آپ ﷺ کے بنی آدم کے سردار ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم انا سيد ولد آده القيامة و اول من ينسق عنه القبد و اول شافع واول مش فع

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا شخص ہوں جس کے لیے قبر پھٹ جائے گی اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول شفاعت ہوں۔ (مسلم)

وہ جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شق القمر ہیں

مکہ مکرمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد کفار مکہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں' کفار مکہ کے اس سوال پر آپ ﷺ نے کفار مکہ کو ایک وقت مقررہ پر ایک جگہ جمع کیا اور اپنی انگشت (انگلی) سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور اس قدر دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے جدا ہوئے کہ احد پہاڑ ان دونوں کے درمیان دکھائی دینے لگا۔ اس واقعے کو عرب وعجم میں تمام دیکھنے والوں نے دیکھا۔

قرآن مجید نے اس واقعے کو اس طرح بیان کیا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور (ہمارے نبی محمد ﷺ کے اشارے سے) چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا اور اگر وہ (منکر کافر ہمارے نبی ﷺ کا) کوئی معجزہ دیکھ لیں تو (اس سے) منہ پھیرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو (شروع سے) چلا آرہا ہے۔ (سورۃ القمر: 1 تا 2)

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراجِ ظاہری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک رات حالت بیداری میں جسد شریف کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرائی اور اپنی جناب میں بلا کر راز و نیاز کی باتیں کیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ظاہری و باطنی معراج کی تصدیق کے لیے آیت معراج کے جو الفاظ بیان کیے ہیں وہ خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔

فرمان حق تعالیٰ ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (بنی اسرائیل۔1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ "عبد" استعمال کیا۔ محققین اور صوفیاء کاملین "عبد" یعنی بندہ کی تعریف کرتے ہیں کہ "عبد سے مراد روح اور جسم کا مجموعہ

---

[1] یہ بحیرہ جو ہمدان وقم کے درمیان تھا چھ مربع میل طول وعرض میں تھا' ایسے بڑے بحیرہ کا خشک ہوجانا خوارق میں ہے۔ [2] ساوہ ایک گاؤں تھا شام وکوفہ کے درمیان

ہے۔'' سائنس بھی جب کسی انسان (عبدٌ human) کی تعریف کرتی ہے تو گوشت پوست اور ہڈیوں کے ساتھ روح (Soul) کو مکمل انسان قرار دیتی ہے۔

اگر آپ ﷺ کی معراج خواب میں ہوتی تو کوئی انکار نہ کرتا اور لوگ مرتد نہ ہوتے اور نہ مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھتے کیونکہ خواب میں ایسا امر محال نہیں خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ایک لمحے میں ہزار ہا میل کا سفر طے کر لیتے ہیں۔

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تاریک سایہ سے پاک ہیں۔ آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی کئی وجوہات علماء حق بیان کرتے ہیں۔

1. بعض نے کہا کہ بوجہ نور ہونے کے آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔
2. بعض نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ظِلّ الٰہی (یعنی خدا کا سایہ) ہیں اور سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔
3. بعض نے کہا اس لیے نہیں تھا کہ قدموں کی روندگی نہ ہو۔
4. اور بعض نے کہا کہ سایہ سائے والے سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک سے زیادہ کوئی چیز لطیف نہیں اسی لیے آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔
5. بعض کا قول ہے کہ بوجہ بے مثلیت سیّد عالم ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔
6. کچھ کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ اس لیے نہیں تھا کہ نجس زمین پر نہ پڑے۔

مختصر یہ کہ ہر ایک نے اپنی محبت اور عشق کی حالت کے مطابق آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی وجہ بیان کی اور سلفاً خلفاً کوئی بھی آپ ﷺ کی اس خوبی کا منکر نہ ہوا بلکہ غیر معصرین بھی آپ ﷺ کی اس خوبی پر خاموش رہے تو یہ اجماع سکوتی ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہیں ہے۔

ہندو قوم تک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم سایہ کے قائل ہے۔ ہندوؤں کی ایک کتاب ''بھوتک اوتر پران'' ہے۔ اس کتاب کی تالیف مشہور ہندو رشی بیاس جی نے کی۔ وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں مہانت (یعنی محمد ﷺ) پیدا ہوں گے' ان کا نشان یہ ہوگا کہ اُن (ﷺ) کے سر پر بدلی سایہ کرے گی اور ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔''

صاحبِ تصنیف ''مقامِ رسول ﷺ'' نے بھی آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور حجت تمام کے لیے ہر مسلک سے حوالے درج کیے ہیں۔

تو ہے سایہ نور کا' ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے، نہ سایہ نور کا
قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظلِ ممدو رافت پہ لاکھوں سلام

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت رحمتہ اللعالمین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالمین اور مخلوقات کے لیے رحمت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اہلِ فقر کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے لفظ کُن سے اٹھارہ ہزار عالمین اور اس کی مخلوقات کو تخلیق کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے سبب مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ ''تجھ کو اس رحمت سے کچھ ملا'' تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ہاں میں عاقبت سے ڈرتا تھا۔ مگر اب میں امن میں ہوگیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے میری ثنا کی ہے:

ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۙ﴿﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿﴾

ترجمہ: جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔ (سورۃ التکویر: 21-20)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مومنوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو دنیا و آخرت میں کسی مقام پر فراموش نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ شب معراج میں عرش پر اور مقامِ قاب قوسین میں بھی اپنی امت کو یاد فرمایا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے انتہائی قربت کی حالت میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سے مخاطب فرمایا تو رحمتہ اللعالمین ﷺ نے اس فیض میں تمام انبیاء و ملائک اور جن و انس میں سے تمام عبادِ صالحین کو بھی شریک کر کے یوں فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیۡنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیۡنَ

مزید مہربانی یہ کہ آپ ﷺ قیامت کے دن بھی بساطِ شفاعت بچھا کر یوں پکاریں گے۔

رَبِّ اُمَّتِیۡ اُمَّتِیۡ

ترجمہ: اے رب میری امت میری امت

اور اس پکار کے جواب میں اللہ تعالیٰ تمام اُمتِ محمدیہ پر اپنی خصوصی رحمت فرمائے گا۔

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''مَاکَانَ وَمَاسَیَکُوۡنُ'' کا علم ہے

مَاکَانَ وَمَاسَیَکُوۡنُ کا مطلب ہے جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

اس علم کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا

لیلۃ المعراج قطرت فی حلق قطرۃ علمت ما کان وما سیکون۔

ترجمہ: شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس کو اپنی بشری اور محدود عقل کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی مَاکَانَ وَ مَایَکُوْن کی صفت وخصوصیت کو نہیں مانتے حالانکہ حیوانات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خوبی کو مانتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار ایک بھیڑیا بکریوں کے پاس آیا اور ان بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا۔ چرواہا اس بھیڑیے کے پیچھے گیا یہاں تک کہ بکری بھیڑیے سے چھڑا لایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور دم دبا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ''میں نے روزی کا قصد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے روزی دی تھی' میں نے اسے لیا' پھر (اے چرواہے) تو میرا رزق مجھ سے چھین کر لے گیا۔'' تو اس چرواہے نے کہا ''اللہ کی قسم میں نے آج جیسا دن نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔'' بھیڑیے نے جواب دیا ''اس سے عجیب تر یہ ہے کہ دو سنگستان کی کھجوروں میں (یعنی مدینہ میں) ایک مرد ہیں (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ یخبر کم بما مضی وما ھو کائن بعدکم جو کچھ گزر چکا اس کی بھی تمہیں خبر دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد ہوگا اس کی بھی تمہیں خبر دیتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس نے حضور ﷺ کو مذکورہ واقعہ سنایا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس چرواہے کی اس واقعہ میں تصدیق کی پھر حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ باتیں علامات قیامت سے ہیں۔ قریب ہے کہ مرد اپنے گھر سے نکلے گا تو نہ لوٹے گا مگر اس کی جوتیاں اور اس کا کوڑا اس کو اس کے جانے کے بعد ہونے والے گھریلو واقعات بیان کر دیں گے۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

## نکتہ فکر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ''مَاکَانَ وَ مَایَکُوْن'' اور علم غیب کے بارے میں مکے کے مشرکین کا عام عقیدہ تھا کہ کسی واقعہ پر مطلع ہونے کے لیے آپ ﷺ کو کسی مخبر کی ضرورت نہیں' دیواروں کے ذرے اور رہگذر کے سنگریزے (پتھر کے ٹکڑے) آپ ﷺ کو خبر کر دیتے ہیں۔

ابوجہل کے متعلق یہ واقعہ عوام وخواص میں مشہور ہے کہ منصبِ رسالت کی آزمائش کے لیے وہ چند کنکریاں مٹھی میں چھپائے ہوئے حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ رسول ہیں اور آسمان وزمین کے اسرار کی خبر رکھتے ہیں تو بتایئے میری مٹھی میں کیا ہے؟

ابوجہل جیسے شقی ومنکر کو بھی یہ اعتراف تھا کہ رسول کے لیے علمِ غیب لازم ہے۔ جو رسول ہوگا اسے زمین وآسمان کے اسرار کی یقیناً خبر ہوگی۔ لیکن یہ آج کے کلمہ گو مسلمان رسول پاک ﷺ کی غیب دانی کا انکار کرتے ہوئے ابوجہل سے بھی نہیں شرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو سمجھنے پہچانے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی حقیقی معنوں میں پہچان کے لیے مسلمان ومومن کا محمد ﷺ کی ذات تک (مجلس محمدی ﷺ) تک پہنچنا لازمی ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی مکمل دین ہیں۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی' تمام بولہبی است

ترجمہ: تو محمد ﷺ تک خود کو پہنچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مکمل دین ہیں۔ اگر تو اُن (مجلس محمدی ﷺ) تک نہیں پہنچتا تو تیرا سارا دین ابولہب کا دین ہے۔ (جاوید نامہ)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ مجلس محمدی ﷺ کی حضوری اسم اللہُ ذات اور اسم محمد ﷺ کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ ''رخِ مصطفی ﷺ کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوری غرق فنا فی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

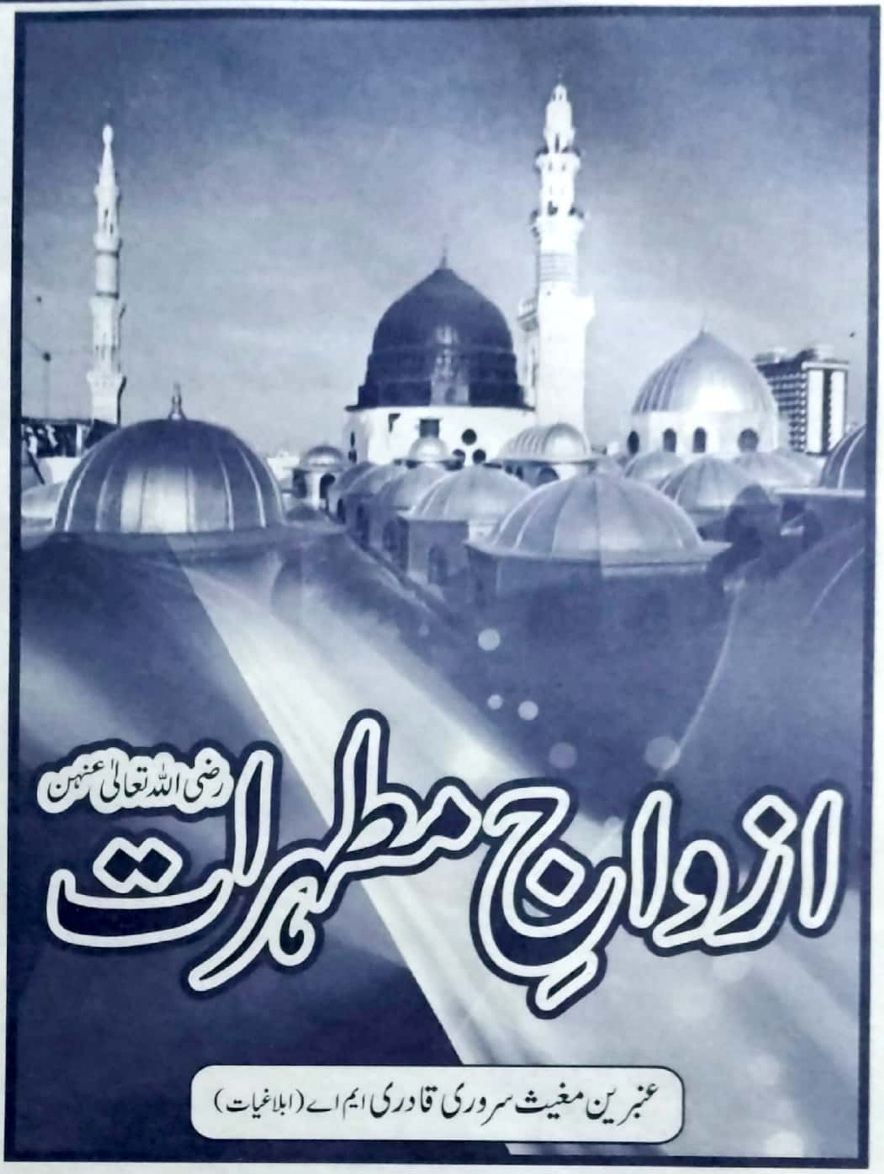
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حاضری اور مقام غرق فنا فی اللہ صرف اُس اسم اللہُ ذات اور اسم محمد ﷺ سے حاصل ہوتا ہے جو مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو کیونکہ اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ کا ذکر وتصور پہلے مرشد کی پہچان کراتا ہے کہ وہ کامل ہے یا ناقص اور پھر انسان کے لیے راہِ فقر (دیدارِ الٰہی) آسان ہو جاتی ہے۔

## دعوتِ عام

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم مبارک پر عمل کرتے ہوئے میرے مرشد کریم خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن سروری قادری مدظلہ الاقدس نے اپنے مرشد پاک کے وصال کے بعد مسند تلقین وارشاد کے فرائض کو انجام دیتے ہوئے اسم اللہُ ذات اور اسم محمد ﷺ کا فیض عوام الناس کے لیے عام کر دیا ہے۔ طالبانِ مولا گروہ در گروہ آ کر آپ مدظلہ الاقدس سے اسم اللہُ ذات اور اسم محمد ﷺ کا ذکر وتصور حاصل کر رہے ہیں۔ ''جو سمجھ گیا سو سمجھ گیا۔''

کوئی آنا چاہے تو دروازہ کھلا ہے ورنہ حق بے نیاز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



# ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

عنبرین مغیث سروری قادری ایم اے (ابلاغیات)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس کی نشانیوں میں سے (ایک) یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے تمہاری ازواج (بیویاں) پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ (الروم:21)

اور فرماتا ہے ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔'' (النور:26)

اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس معیار کے مطابق محبوبِ الٰہی آقائے دو جہاں اور کائنات کی پاکیزہ ترین ہستی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ کی طرف سے چنی گئی ازواج کی پاکیزگی اور اعلیٰ مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الروم کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق آپ ﷺ کی ہی جنس سے پیدا کیا۔

تمام کائنات کی خواتین سے افضل ان پاکیزہ نورانی ہستیوں کا اعزاز یہ ہے کہ خدائے ذوالجلال نے قرآن پاک میں انہیں چھ مقامات پر ''ازواج النبی'' کے معزز لقب سے نوازا ہے۔ 'ازواج' زوج کی جمع ہے۔ عربی میں یہ لفظ ہم شکل، ہم مرتبہ اور مشابہ چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں اس لفظ اور لقب کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نبی ﷺ کی بیویاں اپنے فکر و نظر، اخلاق، اعمال اور سیرت و کردار میں اپنے معزز مکرم شوہر سے یک گونہ مماثلت و مشابہت رکھتی ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ اگر ایمان باللہ، توکل علی اللہ، اخلاص، تسلیم و رضا، ایثار و وفا، صبر و قناعت، بے غرضی، جود و کرم اور عفو و کرم جیسے اخلاق فاضلہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے اعمال و افعال اور اخلاق و کردار بھی آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کے انوار کی ضیا پاشیوں سے منور اور تاباں ہیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کی بیویاں ان کی ہم عقیدہ اور ہم مسلک نہیں تھیں، قرآن مجید میں ان کے لیے ازواج کی بجائے ''امراۃ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جبکہ فخرِ موجودات محمد ﷺ کی بیویوں کو سورۃ احزاب میں چار جگہ اور سورہ تحریم میں دو جگہ 'ازواج' کے معزز لقب سے نوازا گیا ہے۔

ازواجِ مطہراتؓ ایک ایسی ہستی کے گھر کی ملکائیں تھیں جس کی ذات اور جس کا گھر اور رہن سہن تمام امتِ مسلمہ کے لیے مثالی نمونہ بننا تھا۔ اس لیے ان خواتین کے ذمہ، نہایت اہم، نازک اور کٹھن فرائض تھے۔ ان خواتین کو اپنے رہن سہن اور اپنے شوہر کے ساتھ تعلقات کے ذریعے انسانی معاشرے کی اہم ترین اکائی یعنی گھر اور خاندان کے اہم ترین افراد شوہر اور بیوی کی تربیت کرنا تھی۔ شوہر اور بیوی کا اہم ترین رشتہ اگر مضبوط، پراعتماد اور ہر مشکل و تنگی میں یکجا ہوگا تو معاشرے کے بہت سے مسائل جنم لینے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے۔ مسلم معاشرے کی پرامن ترقی وفلاح کے لیے معاشرے کی اس بنیادی اکائی کا مضبوط ہونا نہایت ضروری امر ہے اور اسی اہم ترین تربیت کی ذمہ داری ازواجِ مطہراتؓ کے کندھوں پر تھی۔

ازواجِ مطہراتؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قریب ترین ہستیاں تھیں۔ اس لحاظ سے وہ سب سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات و اخلاق سے آگاہ بھی تھیں اور آپ ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کو امت تک پہنچانے والی بھی تھیں۔ ازواج مطہراتؓ کے ذمہ آپ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کی تمام

عادات اور زندگی گزارنے کے طریقے امت تک پہنچانا بھی تھا تاکہ ان پر عمل کر کے امت ظاہری و باطنی فلاح حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اہم ذمہ داری خود ازواج مطہرات کو تفویض کی اور فرمایا ''نبی (ﷺ) کی بیویو! یاد رکھو اور بیان کرو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔'' (الاحزاب:34)

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہراتؓ کے سپرد جو کام کیا' اسے انہوں نے پوری ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اپنی زندگیاں عملی طور پر تعلیماتِ الٰہی کے سانچے میں ڈھال کر طبقہ نسواں کے سامنے بطور نمونہ پیش کیں۔ خواتین' جو مردوں سے تعداد میں زیادہ ہیں' کے ایسے امور کی تربیت جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرد ہونے کے ناطے نہ کر سکتے تھے' ازواجِ مطہراتؓ کی مدد سے ہی انجام پائی۔ یہی نہیں بلکہ مردوں کی تربیت کی ذمہ داری میں بھی اس طرح مددگار ثابت ہوئیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ احادیث کو امت کے مردوں تک پہنچایا۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے توسط سے امت تک پہنچنے والی احادیث کی تعداد 2822 ہے جو انہوں نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیں اور انہوں نے آگے روایت کیں۔ ان روایات کا تعلق صرف نسوانی مسائل سے نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے ہے۔

اپنے اعمال و افعال و اقوال' جو ازواجِ مطہراتؓ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی قرب سے سیکھے' کے ذریعے تمام امت کی تربیت کرنے کی ذمہ داری نبھانے پر اللہ تعالیٰ نے بجا طور پر ان پاکیزہ ہستیوں کو امت کی مائیں قرار دیا اور فرمایا

''پیغمبر ﷺ مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔'' (الاحزاب:6)

اگر ایمان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا نام ہے تو بے شک اپنی محبت کی بنا پر ازواجِ مطہراتؓ کا رتبہ مومنوں کی ماؤں کا ہے' جن کے قدموں میں مومنین کی جنت ہے۔

ان ازواج میں سے بیشتر ناز و نعم میں پلی ہوئی شہزادیاں تھیں لیکن پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ فقر و فاقہ کی زندگی خوشی خوشی گزارتی رہیں۔ جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہونے لگا اور مالِ غنیمت کثرت سے آنے لگا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ اس مال کا صرف تھوڑا سا حصہ ان کی تنگی عسرت اور فاقہ کشی کو آرام و راحت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ ان خواتین نے مل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے نان و نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا جو آپ ﷺ کی طبع نازک پر بے حد گراں گزرا کہ آپ ﷺ تو دنیا اور دنیاوی مال کی رغبت کو بالکل قبول نہ کر سکتے تھے۔ اس مطالبہ پر بظاہر آپ ﷺ نے بالکل خاموشی اختیار فرمائی لیکن ذہنی کوفت کے اظہار کے لیے آپ ﷺ ایک مہینے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے بالاخانے پر مقیم ہوگئے۔ آپ ﷺ کے اس اقدام کو ایلاء کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے باقی تمام اعمال کی طرح یہ عمل بھی امت کی تربیت کے لیے تھا کہ اگر بیوی کی کوئی بات نامناسب لگے تو سختی کرنے کی بجائے اسے سمجھانے کا یہ بہتر طریقہ ہے کہ خاموشی سے اسے کچھ وقت کے لیے الگ کر دیا جائے۔ تنہائی میں اسے ضرور اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ چنانچہ اس ایک مہینے کے دوران تمام ازواج مطہراتؓ اپنے محبوب شوہر کی ناراضگی کے غم میں شدید کرب سے دوچار رہیں۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس بھی شدت سے ہوگیا۔ انتیسویں دن جب آپ ﷺ بالاخانے سے نیچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے تو ایک مہینہ ہم سے دور رہنے کی قسم کھائی تھی۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام ازواج کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اے نبی اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں۔ اگر تم اللہ' اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔'' اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام ازواج کو اختیار دیا کہ وہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لیں اور پھر فیصلہ کر لیں کہ انہیں کیا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''کیا اس معاملے میں اپنے ماں باپ سے پوچھوں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں۔'' دیگر تمام ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ اس طرح تمام ازواجِ مطہراتؓ نے اس آزمائش میں سرخروئی حاصل کی اور اپنی بلند ہمتی' عالی حوصلگی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنی والہانہ وابستگی کا ثبوت دے کر ثابت کر دیا کہ وہ نوعِ انسانی کے طبقہ اناث میں افضل اور معزز ترین ہیں جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا کہ

''اے نبی ﷺ کی عورتوں تم دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو۔'' (الاحزاب:32)

اگرچہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان خواتین کی بشری تقاضے کے مطابق کی گئی غلطی پر عتاب فرماتے ہوئے فرمایا ''بعید نہیں کہ اگر نبی ﷺ تم سب بیویوں کو طلاق دے دیں تو اللہ انہیں ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں سچی مسلمان' باایمان' اطاعت گزار' عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ (التحریم: ۵)

لیکن پھر انہی کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت اور وفاداری دیکھتے ہوئے فرمایا:

''اے نبی ﷺ اس کے بعد دوسری عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آئیں خواہ ان کا حسن (سیرت و اخلاق) آپ کو کتنا ہی پسند ہو۔'' (الاحزاب:52)

ازواجِ مطہراتؓ نے خدا کے عطا کردہ اختیار کو استعمال کرتے ہوئے جب دنیا پر آخرت کو ترجیح دی تو ان کا یہ مخلصانہ اقدام بارگاہِ ربّ العزت میں اتنا پسندیدہ اور قابلِ قدر قرار پایا کہ اس نے انہیں رسول اکرم ﷺ کی ابدی زوجیت و رفاقت کے لازوال شرف سے بہرہ مند فرمانے کا اعلان کر دیا۔ اسی خدائی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ اس

کے بعد نہ تو آپ ﷺ نے کوئی اور شادی کی اور نہ ہی کسی زوجہ محترمہ سے علیحدگی اختیار کی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ یہ وفا شعار خواتین ہی انسانی معاشرے کی بہترین خواتین تھیں۔ یہی سچی مسلمان بھی تھیں' باایمان' اطاعت گزار' عبادت گزار' توبہ گزار اور روزہ دار بھی یہی تھیں۔

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کا مقصد صرف اور صرف دینِ الٰہی کی اشاعت و تبلیغ تھا۔ آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر یعنی پیغام لانے والے تھے اور تمام عمر کا ہر لمحہ آپ ﷺ نے اسی اہم فرض کی ادائیگی میں گزارا لیکن اسلام دشمن عناصر' جنہیں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے، نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواجی زندگی کے متعلق اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے کثرتِ ازواج کے متعلق جو زبان طعن دراز کی ہے ہمارے مسلمان بہن بھائیوں کی کثیر تعداد بھی بغیر سوچے سمجھے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبے کو نظرانداز کرتے ہوئے اس پراپیگنڈے سے متاثر ہوجاتی ہے۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی اتنی بھاری ذمہ داری تھی کہ نہ دن کو سکون میسر تھا اور نہ رات کو آرام کا کوئی لمحہ۔ جن کو اگر فرصت کے لمحات میسر آتے تو وہ بھی پیروں کو متورم کر دینے والے لمبے لمبے قیامِ صلوٰۃ میں صرف ہوتے' جنہوں نے دنیا کی تمام تر لذتوں کو ٹھکرا کر ایک بوریے پر سونا پسند کیا' جنہیں دینِ اسلام کی تبلیغ کو روکنے کی خاطر سرداری اور بے انتہا مال و دولت کی پیشکش ہوئی لیکن انہوں نے ٹھکرا دی اور اس مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے طائف کے اوباشوں سے پتھر بھی کھائے، عشقِ الٰہی جن کے رگ و پے سے پھوٹتا تھا، قرب و رضائے الٰہی کے سوا جن کی کوئی طلب ہی نہ تھی۔ جن کے متعلق اللہ نے خود گواہی دی کہ ''تمہارے صاحب نہ (کبھی) بھٹکے نہ راہ سے بھٹکے (سورۃ النجم:2)'' کیا انہیں عورت کی طلب ہوگی جنہیں اللہ کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہ تھا اور جن کے دن و رات امت کی فکر میں گزرتے تھے؟ اس بات کی گواہ یہ حقیقت بھی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عنفوانِ شباب میں' جب آدمی کو حقیقتاً ایک خوبصورت اور جوان شریکِ حیات کی طلب ہوتی ہے، ایک 40 سالہ بیوہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو عمر میں ان سے 15 سال بڑی تھیں اور پھر اپنی عمر کے پچیس سال انہی کے ساتھ گزار دیے اور ایک بھی نکاح مزید نہ کیا حالانکہ آپ ﷺ کے اردگرد تمام مکہ میں نہ صرف کثرتِ ازواج کا عام رواج تھا بلکہ لونڈیاں اور کنیزیں بھی رکھی جاتی تھیں' لیکن آپ ﷺ نے اس طرف قطعاً رجحان نہ کیا حتیٰ کہ عمر مبارک پچاس سال ہوگئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی پرورش کی خاطر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' یہ بھی بیوہ اور تقریباً 50 سال عمر کی خاتون تھیں۔ ان سے نکاح کے بعد پھر پانچ سال کوئی اور نکاح نہ کیا اور پچپن سال کی عمر تک ایک وقت میں ایک ہی بیوی کو شرفِ زوجیت بخشا اور اپنا تمام تر دھیان صرف اور صرف تبلیغ دین کی طرف رکھا۔ پھر وہ دور آیا جب اسلام کافی حد تک پھیل چکا تھا اور اب امت کی تربیت کا وقت تھا۔ امت جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ بلکہ زیادہ تعداد میں عورتیں بھی شامل تھیں اور جنہیں شاید مردوں سے زیادہ تربیت کی ضرورت تھی کہ عورت ہی ایک مرد کی ماں بھی ہے اور تربیت کرنے والی بھی۔ اگر عورت کی دینی تربیت ٹھیک ہوگی تو ہی وہ اپنے شوہر کے دین میں معاون و مددگار بھی ہوگی اور آنے والی نسل کی تربیت بھی اسلام کے اصولوں کے مطابق کر سکے گی لیکن ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عفت و حیا کے پتلے، جنہوں نے خود تمام زمانے کو پردے اور شرم و حیا کا درس دیا' خواتین کی تربیت کے لیے ان سے آزادانہ روابط کیسے رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ اس وقت ضرورت پیش آئی اللہ کی ان خصوصی طور پر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور امت کی تربیت کے لیے چنی گئی برگزیدہ عفت مآب ازواج مطہراتؓ کی جو سب مختلف مزاج اور مختلف رہن سہن سے تعلق رکھتی تھیں اور ان کے ذریعے ان کے توسط سے امت کی خواتین کے ایک بڑے طبقے کی تربیت ہوئی۔ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھنے والی ان ازواج نے اپنے اپنے قبیلے کی خواتین تک اسلام کی تعلیمات کو پہنچایا۔

جب آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا دورِ شباب مکمل طور پر گزار چکے تھے تو اللہ کے حکم کی تکمیل میں اور دین کی ضرورت کی خاطر ہی آپ ﷺ نے 55 سے 59 سال کی عمر کے درمیان دیگر نکاح کیے جو تمام کے تمام اللہ کے حکم سے ہوئے اور جنہیں اللہ نے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے خود آپ ﷺ پر حلال کیا جیسا کہ اللہ فرماتا ہے ''اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال فرما دی ہیں جن کا مہر آپ ادا کر چکے ہیں اور جو (احکامِ الٰہی کے مطابق) آپ کی مملوک ہیں جو اللہ نے آپ کو مالِ غنیمت میں عطا فرمائی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں' جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور کوئی بھی مومنہ عورت بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو (نبی ﷺ کے نکاح) کے لیے دے دے اور (نبی ﷺ بھی) اسے اپنے نکاح میں لینے کا ارادہ فرمائیں۔ (یہ حکم) صرف آپ کے لیے خاص ہے۔ (دیگر) مومنوں کے لیے نہیں۔ ہمیں معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان (مسلمانوں) پر اُن کی بیویوں اور ان کی مملوکہ باندیوں کے بارے میں فرض کیا ہے۔ (مگر آپ کے حق میں تعددِ ازواج کی حلت کا خصوصی حکم اس لیے ہے) تاکہ آپ پر (اُمت کی تعلیم و تربیتِ نسواں کے وسیع انتظام میں) کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ (سورہ الاحزاب: 50) (ترجمہ: عرفان القرآن از علامہ طاہر القادری)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نکاح ان کی ذاتی خواہش یا خوشی کے لیے نہیں تھے بلکہ ان سب کے ذریعے کسی نہ کسی حوالے سے امت کی تربیت یا اسلام کی اشاعت ہی مقصود تھی۔ ہر نکاح میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ تھی۔

1. حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی مطلقہ تھیں' سے نکاح کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کی سنت قائم کی اور جاہلیت کی ایک غلط روایت کو ختم کیا۔

2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے ذریعے منہ بولے بھائی (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیٹی سے نکاح کو حلال و جائز قرار دیا اور یوں امت کے لیے آسانی کی۔

3. حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنو مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں جو نہایت طاقتور قبیلہ تھا اور ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کے لیے معروف تھا۔ مسلمانوں سے اس قبیلہ نے شروع سے ہی عداوت کی تھی۔ یہ لوگ نہ کسی معاہدہ کو قبول کرتے تھے نہ کوئی نظم قبول کرنے کو تیار تھے بلکہ مخالفت کے ہر محاذ پر موجود تھے۔ آخر فوجی طاقت سے اس قبیلہ کو دبایا گیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قیدیوں میں آئیں۔ حضور ﷺ سے ان کا نکاح ہوا تو جماعت کے لوگوں نے پورے قبیلے کو رہا کر دیا کہ یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسرالی رشتہ دار بن گئے تھے۔ اس نکاح اور اس کے نتیجے میں کیے جانے والے سلوک کی برکت سے پورا قبیلہ رہزنی چھوڑ کر امن پسند اور مطیع نظام بن گیا۔ اب مدینہ کی حکومت کا قائد ان کا اپنا عزیز تھا۔ یوں اسلام کو ایک بڑی مخالف جماعت کی طرف سے سکون کا سانس میسر آ گیا۔

4. حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نجد کے سردار کی اہلیہ کی بہن تھیں۔ اہل نجد سیاسی طور پر انتہائی اہمیت کے حامل تھے لیکن اسلام کے سخت مخالف۔ یہاں تک کہ انہوں نے تبلیغ کے لیے جانے والے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک وفد کو بھی شہید کر دیا تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوتے ہی فضا یکسر بدل گئی اور اہل نجد کی تمام فتنہ انگیزیاں تھم گئیں اور نجد مدینہ کے زیر اثر ہوتا گیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بہنیں بھی نہایت ممتاز سرداروں سے بیاہی ہوئیں تھیں چنانچہ اس نکاح سے بہت سے بارسوخ لوگ مسلمانوں کی مخالفت چھوڑنے پر مجبور ہوگیا۔

5. حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا قریش کے سردار ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ابوسفیان پھر کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے پر میدان میں نہیں آیا اور اس کا زور مخالفت ٹوٹ گیا۔ بڑی حد تک اس نکاح نے فتح مکہ کا راستہ ہموار کر دیا۔

6. حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بڑے یہودی سردار حیی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں ان سے نکاح کے بعد بھی یہودی قبائل کی اسلام مخالفت کا زور ٹوٹ گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے اپنے یہودی عزیزوں کی مالی مدد بھی کرتی رہتی تھیں۔

7. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رفقائے خاص سے گہرے روابط قائم کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کیا اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلق کی مضبوطی کے لیے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو شرفِ زوجیت بخش کر خود مرکزی کڑی بن کر مستقبل کے ان قائدین کو باہم رشتہ داری میں مربوط کر دیا تاکہ یہ مستقبل میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے مل جل کر کام کر سکیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح دیگر بہت سی حکمتوں کے علاوہ آپ ﷺ کی بے پناہ شانِ رحمت کا اظہار اور اسلام کی خاطر مشقتیں جھیلنے والی صحابیہ خواتین کی تالیف قلب کے لیے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان خواتین کو بے کسی کے عالم میں سہارا دیا، ان کی دستگیری کی اور ان کو مایوسیوں سے نکالا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی دور میں ہی تحریک اسلام سے وابستہ ہوگئیں۔ اس راہ میں ہجرت کی تلخیاں برداشت کیں۔ پچاس سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ اس عمر میں ناممکن تھا کہ کوئی اور ان سے نکاح کر کے انہیں سہارا دیتا۔ یہ آپ ﷺ کی شان رحمت تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنے نکاح میں لے کر ان کی تالیفِ قلب کی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا عالم جوانی میں ہی بیوہ ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کی بیوگی سے سخت پریشان ہوئے۔ اپنی اس پریشانی کا ذکر اپنے ہادی رہنما ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لے کر ان کے اضطراب کو اطمینان میں بدل دیا۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے خدا کے دین کے غلبے کی جدوجہد میں بیشمار تکالیف برداشت کیں اور قربانیاں دیں۔ ان کے شوہر خدا کی راہ میں شہید ہوگئے۔ چھوٹے چھوٹے چار بچے تھے۔ سیدہ پر بے چارگی اور بے بسی کا عالم تھا۔ نہ کوئی خبرگیری کرنے والا نہ ذریعہ آمدنی۔ حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر ایک جانثار صحابیہ کی دستگیری کی اور انہیں ام المومنین رضی اللہ عنہا بننے کے شرف سے نواز کر ان کے غموں اور دکھوں کا مداوا کیا۔

سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ایمان کی دولت کے تحفظ کی خاطر حبشہ ہجرت کر گئیں۔ حبشہ جا کر شوہر مرتد ہوگیا۔ دس سال بڑی عزیمت و استقامت کے ساتھ نامساعد حالات کا مقابلہ کیا۔ غریب الوطنی میں بیوہ ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی رفاقت سے مشرف فرما کر ان کی قربانیوں کی قدر افزائی بھی فرمائی اور نیا حوصلہ عطا فرمایا۔ اسی طرح حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کے پے در پے دو شوہر اللہ کی راہ میں جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ازراہِ شفقت ان سے شادی کر کے ان کی پژمردگی اور اداسی کو بشاشت و فرحت میں تبدیل فرما دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے تعدد ازواج کی حد مقرر کر دی تو دیگر مسلمانوں کے نکاح میں چار سے زیادہ جتنی بیویاں تھیں انہوں نے ان کو طلاق دے دی لیکن یہ بات ازواج مطہرات کے حق میں ممکن نہ تھی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کسی زوج کو طلاق (نعوذ باللہ) دیتے تو باقی امت کے کچھ لوگ اس مکروہ عمل کو سنت قرار دے کر اپنی غرض پوری کرنے کے لیے بار بار دہراتے جو یقیناً معاشرے کی بربادی کا باعث

ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات ؓ کو تمام امت کی مائیں قرار دیتا ہے اگر خدانخواستہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں سے کسی ایک سے بھی علیحدگی اختیار کرتے تو چونکہ وہ باقی تمام مردوں پر حرام تھیں اس لیے انہیں تمام عمر تنہا گزارنی پڑتی جو خود ان کے لیے بھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی اذیت اور تکلیف کا باعث ہوتا۔

## حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

روئے زمین پر سب سے پہلے نبوت محمدی ﷺ کی تصدیق کرنے والی ہستی جس نے فہم و فراست، تدبر، ایثار، خدمت اور دلسوزی کے ایسے روشن مینار قائم کیے جن کی نورانی شعاعوں سے رہتی دنیا تک پوری انسانیت جگمگاتی رہے گی۔ خدیجہؓ نام اُمِ ہند کنیت اور طاہرہ لقب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال قبل 555 عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں۔ جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی شادی ابو ہالہ بن نباش سے ہوئی۔ ابو ہالہ سے ان کے دو لڑکے ہوئے۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ کی دوسری شادی عتیق بن عابد سے ہوئی۔ ان سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ کچھ عرصہ بعد عتیق بن عابد بھی فوت ہوگئے۔

نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں آنے سے پیشتر حضرت خدیجہؓ ایامِ بیوگی خلوت گزینی میں گزار رہی تھیں۔ وہ اپنا کچھ وقت خانہ کعبہ میں گزارتیں اور باقی وقت اپنے والد کے وسیع کاروبارِ تجارت کی دیکھ بھال کرتیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سرورِ کائنات ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا چرچا مکہ کے گھر گھر میں پھیل چکا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک اس مقدس ہستی کے اوصاف حمیدہ کی بھنک نہ پڑتی۔ ان کو اپنی تجارت کی نگرانی کے لیے ایسی ہی ہمہ صفت شخصیت کی تلاش تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی تجارت سنبھالنے کی پیش کش کی۔ جسے حضور ﷺ نے قبول کرلیا۔ پہلے سفرِ تجارت میں ہی حضور ﷺ کی دیانت داری کی بدولت تمام سامانِ تجارت دوگنے منافع پر فروخت ہوگیا۔ دورانِ سفر حضور ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک حضور ﷺ کا مداح بن گیا۔ جب قافلہ مکہ واپس آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے غلام میسرہ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو وہ بے حد متاثر ہوئیں اور اپنی سہیلی نفیسہ کی معرفت حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بخوشی قبول کیا۔ جناب ابو طالبؓ نے نکاح کا خطبہ پڑھایا اور 500 درہم طلائی مہر قرار پایا۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔

نکاح کے بعد حضور ﷺ اکثر کئی کئی روز تک مکہ کی پہاڑیوں میں جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ ایک دن حضور ﷺ غارِ حرا میں معتکف تھے کہ رب ذوالجلال کے حکم سے ان پر پہلی وحی کا نزول ہوا۔ حضور ﷺ عالمِ حیرت و پریشانی میں گھر پہنچے اور تمام واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان تاریخی الفاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دی۔

''آپ ﷺ سچ بولتے ہیں، غریبوں کے دستگیر ہیں مہمان نواز ہیں، صلۂ رحم کا خیال رکھتے ہیں، امانت دار ہیں اور دکھیوں کے خبر گیر ہیں، اللہ آپ ﷺ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔'' پھر آپ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو توریت، زبور و انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ بی بی خدیجہؓ نے تمام واقعہ جو حضور ﷺ کو پیش آیا تھا ان کے سامنے بیان کیا۔ ورقہ یہ سنتے ہی بول اُٹھے۔

''یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔'' حضور ﷺ نے پوچھا، کیا یہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ''ہاں جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی مخالف ہوجاتی ہے، اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔'' اس گفتگو سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یقین کامل ہوگیا کہ حضور ﷺ منصبِ رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بلا تامل حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ تمام کتب سیر متفق ہیں کہ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی ہستی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غیر مسلم اعزہ و اقارب کی طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر ہر طرح سے ان کا ساتھ دیا۔ انہوں نے اپنا تمام زر و مال اسلام کی راہ میں قربان کر دیا اور اپنی ساری دولت یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، بیکسوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے وقف کر دی۔ ادھر کفارِ مکہ نومسلموں پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے اور تبلیغِ حق کی راہ میں ہر طرح کے روڑے اٹکا رہے تھے۔ انہوں نے رحمتِ عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثاروں کو ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی۔ جب حضور ﷺ کفارِ مکہ کی لایعنی اور بے ہودہ باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں ''یارسول اللہ! آپ رنجیدہ نہ ہوں، بھلا کوئی ایسا رسول بھی آج تک آیا ہے جس سے لوگوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ کہنے سے حضور ﷺ کا ملال طبع دور ہو جاتا تھا۔ غرض اس پُر آشوب زمانے میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہ صرف حضور ﷺ کی ہم خیال اور غمگسار تھیں بلکہ ہر موقع اور ہر مصیبت میں آپ ﷺ کی مدد کے لیے تیار رہتیں۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے ''میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور وہ مجھ کو ناگوار معلوم ہوتی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہتا۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہوجاتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہی ہمدردی، دل

سوزی اور جاں نثاری تھی کہ حضور ﷺ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہیں حضور ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہ فرمایا۔

۷ بعد بعثت میں مشرکین قریش نے بنو ہاشم اور بنو مُطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس ابتلا میں سرور عالم ﷺ کے ساتھ تھیں۔ وہ پورے تین برس تک اس محصوری کے روح فرسا آلام و مصائب بڑے حوصلے اور صبر کے ساتھ جھیلتی رہیں۔ ۱۰ بعد بعثت میں یہ ظالمانہ محاصرہ ختم ہوا لیکن اس کے بعد حضرت خدیجہؓ زیادہ دن زندہ نہ رہیں۔ ۱۱ رمضان ۱۰ نبوی کو انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مکہ کے قبرستان حجون میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۶۵ برس تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ اس وقت تک گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے۔ اسی طرح جب گھر تشریف لاتے تو ان کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے حسب معمول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف شروع کی۔ مجھے رشک آیا میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں خدا نے ان کے بعد آپ ﷺ کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔" یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا "خدا کی قسم مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کردیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز عہد کرلیا کہ آئندہ حضور ﷺ کے سامنے کبھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو چھ اولادیں دیں۔ سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جو کمسنی میں انتقال کر گئے۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا، ان کے بعد عبداللہ، وہ بھی صغرسنی میں فوت ہوگئے۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہا، پھر اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

## حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا

عالمِ انسانیت پر اس بلند حوصلہ اور سراپا جرأت و ایثار خاتون کا یہ ناقابلِ فراموش احسان ہے کہ جب محسنِ کائنات ﷺ اپنے عزیز ترین چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اور پیکرِ مہر و وفا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے جانکاہ صدمے سے دوچار تھے اور جب ان کی تنہائی کی بنا پر حق و صداقت کے دشمن ان کی بابرکت ذات کو کھلم کھلا ظلم و اذیت کا نشانہ بنا رہے تھے اور آپ ﷺ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا، ان پُرآشوب حالات میں خدا کی اس برگزیدہ اور باحوصلہ خاتون نے ہادی عالم ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل کر کے ان کے دکھ درد کو بانٹ لیا، ان کی تنہائی کو دور کیا، ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اپنی چار بچیوں کی پرورش کی جانب سے جو پریشانی تھی اسے ختم کیا اور یوں ان میں ایک نئے عزم اور قوت کو ابھار کر ان کے اصلی مشن کی تکمیل کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیا۔

یہ وہ وقت تھا جب تمام مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن تھا۔ ایسے وقت میں صرف وہ ہستیاں ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھیں جن کا ایمان انتہائی کامل تھا اور جو اپنے ایمان اور اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر ہر قسم کی دشمنی اور اذیت کا سامنا کرنے کو تیار تھے اور انہی بلند حوصلہ ہستیوں میں سے ایک حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق قریش کے قبیلہ عامر بن لوی سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو سے ہوا تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے ایک صالح، حق پسند اور دور اندیش خاتون تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب رسول اکرم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً اس پر لبیک کہا۔ سیرت نگاروں نے دعوتِ توحید کے پہلے تین سالہ دور میں انتہائی پرآشوب حالات میں جن اسلام لانے والے جرأت مند اور حق پسند 133 اشخاص کی جو فہرست مرتب کی ہے، اس میں آپ رضی اللہ عنہا کا نام گرامی بھی نمایاں طور پر شامل ہے۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے میں سب سے پہلے اسلام لائیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کی کوششوں سے آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ بھی ایمان لے آئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش مکہ کے ظلم و ستم سے ستائے ہوئے مومنین کو حبشہ کی طرف ہجرت کرجانے کا حکم دیا تو ان خوش نصیبوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر بھی شامل تھے جنہوں نے اپنے ایمان کی سلامتی کی خاطر اپنا گھر بار راہِ خدا میں چھوڑ کر رضائے الٰہی حاصل کی۔

زرقانی کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ تکیہ کے سہارے بیٹھی ہیں کہ آسمان پھٹا اور چاند ان پر آ گرا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ عنقریب میں مرجاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد ﷺ کے نکاح میں آجاؤ گی۔ چنانچہ حضرت سکرانؓ حبشہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا عالمِ بیوگی میں کچھ عرصہ بعد مکہ واپس آ گئیں۔ نبوت کے دسویں سال جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام مغموم اور اپنی بچیوں کے لیے پریشان رہنے لگے۔ ایسے میں ایک جانثار صحابیہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے سامنے دوسرے نکاح کی تجویز رکھی اور اس کے لیے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام پیش کیا۔ آپ ﷺ راضی ہوگئے۔ جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت

سودہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تو وہ فوراً اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کے لیے راضی ہوگئیں۔ ان کے والد زمعہ نے خود اپنی صاحبزادی کا نکاح سرورِ کائنات ﷺ سے چار سو درہم پر پڑھایا۔

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شدائد و مصائب کا سلسلہ بڑھ چکا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ تیار ہو چکا تھا۔ اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے تین سال کا یہ عرصہ مکہ میں جس صبر وقار اور عزیمت سے گزارا اور اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخلصانہ رفاقت اور جانثارانہ خدمت کا جو مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس اعزاز میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور خاتون ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد تقریباً چھ ماہ تک انہوں نے ہی حضور ﷺ کی بچیوں کی سرپرستی' دیکھ بھال اور حفاظت کی کٹھن ذمہ داریاں پوری جانفشانی سے ادا کیں۔ رمضان 1 ھ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں آپ رضی اللہ عنہا نے بچیوں کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ میں انہیں کچی دیواروں اور کھجور کی چھت والا ایک حجرہ ملا جہاں وہ دو شہزادیوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقیم ہوگئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دو ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت اُمِ کلثوم کی تین ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ اس طرح یہ صاحبزادیاں کم و بیش 5 سال حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی رہیں لیکن پورے ذخیرہ روایات میں ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی جو ان کی باہمی شکر رنجی یا ہلکی سی بھی تلخی کی نشاندہی کرتی ہو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت رحم دل اور سخی تھیں۔ جو کچھ ان کے ہاتھ آتا دریا دلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اصابہ میں لکھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد انہوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ ''میں نے کسی عورت کو جذبۂ رقابت سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے۔'' حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اتنے پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں کہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی''

آپ رضی اللہ عنہا کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر 55 ھ اور امام بخاری 22ھ بیان کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پانچ روایات منقول ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔ پہلے شوہر سے ایک بیٹا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھے جو عہد فاروقی میں جنگ جلولا میں شہید ہوئے۔

## حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

امتِ مسلمہ کی بلند پایا معلّمہ، طبقہ خواتین کی عظیم محسنہ، اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی اقلیمِ محبت کی ملکہ، جن کی شرافت و صداقت کی شہادت خود اللہ نے آخری کتاب میں دی۔ عائشہ نام۔ صدیقہ اور حمیرا القب۔ اُمِ عبداللہ کنیت والدہ کا نام اُمِ رومانؓ بنت عامر اور والد افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی کے چار سال بعد ماہِ شوال میں پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ طفولیت صدیق اکبرؓ جیسے جلیل القدر باپ کے زیرِ سایہ بسر ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدائشی مسلمان تھیں۔ ان سے روایت ہے کہ ''جب میں نے اپنے والدین کو پہچانا انہیں مسلمان پایا۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر روزِ اول سے کفر و شرک کا سایہ تک نہ پڑا۔ وہ بچپن ہی سے بے حد ذہین تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یاداشت اتنی اچھی نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی بشارت حضور ﷺ کو خواب میں دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپ ﷺ کو دکھا رہا ہے اور کہتا ہے ''یہ آپ ﷺ کی ہے'' آپ ﷺ نے کھولا تو حضرت عائشہؓ تھیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام بھیجا۔ جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود نکاح پڑھایا۔ پانچ سو درہم حق مہر مقرر ہوا۔ رخصتی شوال ۱ ہجری میں ہوئی۔

سرورِ عالم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے حد محبوب تھیں۔ مسند ابی داؤد میں روایت ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے باری تعالیٰ یوں تو میں سب بیویوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے یا اللہ اسے معاف فرمانا۔''

حضرت عائشہؓ بھی حضور ﷺ پر جان چھڑکتی تھیں۔ ایک بار آپ ﷺ رات کے وقت کہیں اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی تو حضور ﷺ کو موجود نہ پایا۔ سخت پریشان ہوئیں۔ دیوانہ وار اٹھیں اور اِدھر اُدھر ٹٹولنے لگیں۔ آخر ایک جگہ حضور کا قدمِ مبارک ملا' دیکھا تو آپ ﷺ سربسجود یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ اس وقت انہیں اطمینان ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ احرام باندھتے یا کھولتے تھے تو حضرت عائشہؓ جسمِ مبارک پر خوشبو لگاتی تھیں۔ سرورِ عالم ﷺ طہارت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور اپنی مسواک بار بار دھو لیا کرتے تھے۔ اس خدمت کی انجام دہی حضرت عائشہؓ ہی کے سپرد تھی۔

۳ ہجری میں غزوۂ اُحد پیش آیا جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور حضور ﷺ کی

شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو مدینہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہؓ بنت مطلب، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین اسلام دیوانہ وار میدانِ جنگ کی طرف لپکیں۔ وہاں پہنچ کر حضور ﷺ کو سلامت دیکھا تو سجدہ شکر بجالائیں۔ ان سب نے مل کر حضور ﷺ کے زخموں کو دھویا اور پھر مشکیزے سنبھال کر زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوۂ خندق میں بھی قلعہ سے باہر نکل کر نقشہ جنگ دیکھا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ سے دوسری لڑائیوں میں بھی شریک ہونے کی اجازت چاہی تھی لیکن نہ ملی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اُم المومنین فطری طور پر نہایت دلیر اور نڈر تھیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی کے نو برس گزر گئے تو آقائے دوجہاں ﷺ مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے۔ حضور ﷺ تیرہ دن علیل رہے۔ ان تیرہ دنوں میں پانچ دن دیگر ازواجؓ کے ہاں قیام فرمایا اور آٹھ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہے۔ شدت مرض میں کمزوری کی وجہ سے حضور ﷺ اپنی مسواک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتے وہ اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کرتیں اور پھر حضور ﷺ استعمال فرماتے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو سرورِ کونین ﷺ کی روح اقدس نے عالم قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضور ﷺ کا سر اقدس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا تھا اور پھر انہی کے حجرۂ مبارک کو حضور ﷺ کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ رحلتِ نبی اکرم ﷺ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ۴۸ برس انہوں نے عالم بیوگی میں بسر کیے۔ اس تمام عرصہ میں وہ تمام عالم اسلام کے لیے رشد و ہدایت، علم و فضل اور خیر و برکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ ہو۔

حضرت عروہؓ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ’’میں نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علم الانساب میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔‘‘

احنفؓ بن قیس اور موسیٰ بن طلحہ کا قول ہے کہ ’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر میں نے کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔‘‘

حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر بلیغ، فصیح اور تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔‘‘

دل میں حد درجے کا خوفِ خدا تھا۔ بعض اوقات عبرت پذیری کی کوئی بات یاد آجاتی تو بے اختیار رونے لگتی تھیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ’’میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو‘‘ ان کے شاگرد نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا ’’مجھے وہ حالت یاد آتی ہے، جس میں رسول ﷺ نے دنیا کو چھوڑا خدا کی قسم آپ نے کبھی دن میں دوبار بھی سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔‘‘

حضرت عائشہؓ نے ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو نمازِ وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ نماز جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ رات کے وقت اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنی کنیت اُم عبداللہ سرورِ عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اپنے بھانجے حضرت ’’عبداللہ بن زبیرؓ‘‘ کے نام پر رکھی تھی۔

## حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنتِ عمرؓ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کی صاحبزادی تھیں اور والدہ بھی جلیل القدر صحابیہ حضرت زینبؓ بنتِ مظعون تھیں جو عظیم المرتبت صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بہن تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں، آپؓ نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ پہلا نکاح حضرت خنیسؓ سے ہوا۔ دونوں میاں بیوی نے اکٹھے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ 2 ہجری میں غزوہ بدر میں حضرت خنیسؓ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ پھر 3 ہجری میں غزوۂ احد میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جب ان کی عدت کا زمانہ پورا ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنہائی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کا علم نہ تھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے کہا تو وہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکھ ہوا۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ اسی زمانے میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول ﷺ کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ’’میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انتہائی ملال کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ’’حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو۔ چنانچہ 3 ہجری میں ان کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا اور یہ اُم المومنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف

ہوئیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت ہی شاندار بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں۔ حق گوئی، حاضر جوابی میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ تختی تھی۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہا کرتے تھے کہ کہیں ان کی کسی قسم کی سخت کلامی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کبھی دل آزاری نہ ہو جائے اس لیے آپؓ اکثر ان سے کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کبھی دِل آزاری نہ کرنا ورنہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔''

مزاج کی فطری تیزی کے باوجود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت خدا ترس تھیں اور اپنا بیشتر وقت عبادتِ الٰہی میں گزارتی تھیں۔ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں یہ حدیث ان کی شان میں بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے بارے میں یہ الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کہے کہ وہ بہت عبادت کرنے والی، بہت روزے رکھنے والی ہیں۔ وہ جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ یہ اجزاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تا زندگی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ یہ ایک عظیم الشان شرف ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر بھروسے و اعتماد کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب عہد صدیقی میں قرآن کی جمع و ترتیب کا اہتمام کیا گیا تو سب سے اہم نسخہ جو سب سے کار آمد ثابت ہوا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تمام اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد سے قرآنی اجزاء کو ایک مصحف کی صورت میں مدون کر کے واپس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ عثمانی دور میں بھی اسی نسخے کی مدد سے قرآن کریم کی متعدد نقول تیار کروا کر تمام مملکت میں بھیج دی گئیں۔ اس طرح کلام اللہ کی حفاظت اور اس کی ترویج و اشاعت میں اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے تاریخی کردار ادا کیا۔

معارف و حقائق اخذ کرنے کی صلاحیت سیدہ رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ وہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات و ارشادات پوری توجہ سے سنتیں اور انہیں اپنے قلب و ذہن میں محفوظ کر لیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ذہانت وشوق کے پیشِ نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا اور ایک صحابیہ حضرت شفا رضی اللہ عنہا بن عبداللہ، جو پڑھنا لکھنا جانتی تھیں، کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا لکھنا سیکھ گئیں تو خود بھی آیاتِ قرآنی کو لکھ کر محفوظ کر لیتیں۔

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک روایت کے مطابق 41ھ اور دوسری روایت کے مطابق 45ھ میں وفات پائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

## حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ

ازواج مطہراتؓ میں سے جن خوش قسمت خاتون کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی حیات مبارکہ میں ہی اس دنیا سے رخصت فرمایا، ان کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کی وہ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ گو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئی تھیں لیکن اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نہیں ہوا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیرہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ مؤرخین نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ایمان کی سعادت کب حاصل کی لیکن سیدہ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ اخلاق اوصاف اور ربِّ جلیل کی طرف سے ان کے لیے خصوصی اعزازات کو دیکھتے ہوئے گمان ہوتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی دور میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں۔ شروع ہی سے نہایت دریا دل اور کشادہ دست تھیں۔ فقیروں اور مسکینوں کی امداد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتی تھیں۔ بھوکوں کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ان صفات کی وجہ سے لوگوں میں اُم المساکین کے لقب سے مشہور ہو چکی تھیں۔

ان کا پہلا نکاح روایات کے مطابق حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب[1] بن عبدِ مناف بن قصی سے ہوا تھا جو انتہائی جلیل القدر صحابی اور اولین اسلام میں سے تھے۔ جب مکہ والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قریبی عزیزوں کے ساتھ تین سال کے لیے شعب ابی طالب میں پناہ لی تو ان کے ساتھ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس وقت ان کے نکاح میں تھیں تو وہ بھی لازماً ان دلدوز مصیبتوں میں برابر کی شریک تھیں۔

جب ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو مدینہ

---

[1] عبدِ مناف بن قصی کے چار فرزند تھے ہاشم، عبدِ شمس، مطلب اور نوفل۔ ہاشم کے فرزند عبدالمطلب (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا) تھے ان کی اولاد بنو ہاشم کہلائی۔ عبدِ شمس کے فرزند امیہ تھے ان کی اولاد بنو امیہ کہلائی اور مطلب کی اولاد بنو مطلب کہلائی (اس سے مراد عبدالمطلب کی اولاد نہیں ہے وہ ہاشمی ہیں۔ عبدالمطلب اور مطلب علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں) اور نوفل کی اولاد بنو نوفل کہلائیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کی اولاد سے تھیں۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں شروع سے ہی محبت و اخوت کا رشتہ قائم تھا اولین اسلام قبول کرنے والے تھے شعب ابی طالب میں قید رہے، حبشہ ہجرت کی، مدینہ ہجرت کی۔ ان میں حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب، حضرت طفیل بن حارث بن مطلب اور حضرت حصین بن حارث بن مطلب شامل ہیں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شہادت پائی حضرت طفیل اور حضرت حصین رضی اللہ عنہم ہر لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمرکاب رہے 35ھ میں وصال فرمایا۔

کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچیں۔ 2 ھ کو بدر کے میدان میں جب کفر و باطل کا پہلا معرکہ ہوا تو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حکم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میدان میں اترے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہا اس غزوہ میں راہ حق میں لڑتے ہوئے سخت زخمی ہوئے اور بعدازاں شہید ہو گئے۔ عدت کی مدت گزرنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ یہ مردِ صادق بھی غزوۂ اُحد میں شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہو گئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس طرح دنیا میں اپنی سب سے قیمتی متاع اپنے مولائے حقیقی کی بارگاہ میں دو بار بطور نذرانہ پیش کر کے بے کراں عز وشرف حاصل کیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ان قربانیوں اور تمام تر آزمائشوں کے باوجود دینِ اسلام پر استقامت بارگاہِ ربّ العزت میں مقبول ہوئی۔ اس لیے اب انہیں طبقہ اناث کے اعلیٰ ترین اعزاز سے نوازنے کا فیصلہ ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے دین کی اس جانثار خادمہ کو مستقبل کی مایوسیوں سے بچانے کے لیے نکاح کا پیغام بھجوایا جو منظور ہوا۔ مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی یعنی چار سو اسی درہم مقرر ہوا سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت تقریباً 30 سال تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوئیں مگر کاشانۂ نبوت میں ان کے قیام کی مدت نہایت مختصر رہی۔ صرف دو تین ماہ بعد ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بادیدہ تر اپنے سامنے قبر میں اتروایا۔ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں محو استراحت ہیں۔

## سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بنتِ ابی امیہ

اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک معزز شاخ سے تھا۔ والد کا نام ابی امیہ بن مغیرہ تھا جو بے حد دولت مند اور فیاض انسان تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آپ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد ابو سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لحاظ سے رضاعی بھائی تھے کہ انہوں نے بھی ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ حق کا آغاز فرمایا تو یہ دونوں میاں بیوی اپنے قبیلہ کی سخت مخالفت کے باوجود فوراً اسلام لے آئے اور ان کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ان دونوں نے اپنا گھر بار راہ خدا میں چھوڑا اور حبشہ ہجرت کی۔ حالات کی بہتری کی اطلاع ملی تو دونوں واپس اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں لوٹ آئے لیکن کفار کے ظلم وستم اب تک بدستور جاری تھے بلکہ پہلے سے بھی بڑھ گئے تھے۔ ان حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سے اپنے ساتھیوں کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ پاک جوڑا دوسری مرتبہ اپنے اللہ کے دین کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنے پر راضی ہو گیا۔ حبشہ میں گزرے ہوئے حالات و واقعات کو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایات نے ہی تاریخ کا حصہ بنایا۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ اور ابن اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ حبشہ کے حالات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت کرتے ہیں جن میں نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تاریخی تقریر بھی شامل ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دین اسلام کا یہ انتہائی اہم حصہ بڑی دیانت داری سے حوالۂ تاریخ کیا۔ کچھ عرصہ حبشہ میں قیام کے بعد یہ دونوں پھر مکہ واپس لوٹ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے پھر تیسری بار اس جوڑے کو ہجرتِ مدینہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے موقع پر اس وفا کیش جوڑے کو جس کربناک آزمائش سے گزرنا پڑا اس سے عہد برآ ہونا انہی اصحاب ہمت وعزیمت کا کام تھا۔ حضرت ابوسلمہؓ نے بوقتِ ہجرت اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور بیٹے سلمہ کو اونٹ پر سوار کیا اور خود پاپیادہ مدینہ کا قصد کیا۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے لوگ آ گئے اور کہنے لگے کہ ابوسلمہؓ تم جا سکتے ہو لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اونٹ کی نکیل زبردستی حضرت ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے کو ساتھ لے چلے۔ اتنے میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے لوگ بھی آ گئے انہوں نے بچے سلمہ پر قبضہ کر لیا اور بنو مغیرہ سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو ابوسلمہؓ کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے قبیلہ کے بچے کو تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے۔ یوں یہ تینوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ حضرت ابوسلمہؓ اکیلے ہی مدینہ پہنچے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو شوہر اور بچے کی جدائی کا فطری طور پر بہت صدمہ تھا اور ہجرت نہ کر سکنے کا غم بھی۔ وہ روزانہ صبح گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتیں۔ آخر قبیلہ والوں کو ان کی حالت پر رحم آ گیا۔ بچہ کو ان کے حوالے کیا اور مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔

ان کے مدینہ پہنچنے کے بعد 3 ہجری میں حضرت ابوسلمہؓ جنگِ اُحد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے دادِ شجاعت دی۔ ان کا ایک بازو زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اسی کے زخم سے شہادت پائی۔ اس وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ان سے چار بچے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی کسمپرسی اور راہِ حق میں اٹھائی گئی تکلیفوں کا بے حد احساس تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معرفت ان کو نکاح کا پیغام بھیجا جو انہوں نے قبول کیا اور شوال 4 ہجری میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے بعد وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کے حجرے میں رونق افروز ہوئیں جو وفات پا چکی تھیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ امام الحرمینؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کو نہیں جانتا جس کی رائے ہمیشہ درست ثابت ہوئی ہو۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سخت رنج کے عالم میں تھے کہ انہیں عمرہ ادا کیے بغیر ہی مدینہ لوٹنا پڑ رہا ہے تو انہوں نے پہلی بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجاآوری میں سستی کی اور آپ ﷺ کے حکم کے باوجود نہ قربانی کے جانور ذبح کیے نہ احرام کھولے نہ سر منڈوائے۔ اس وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ خیمے میں موجود تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس آئے اور پریشانی کے عالم میں تمام ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے نہایت ہی صائب رائے دی کہ آپ ﷺ خود اپنی قربانی ذبح کر کے احرام کھول دیں باقی صحابہ رضی اللہ عنہم خود ہی سمجھ جائیں گے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔ ان کے احرام کھولنے پر صحابہ سمجھ گئے کہ اب مزید کچھ نہیں ہوسکتا اس لیے انہوں نے بھی احرام کھول دیئے۔ یوں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی فہم و فراست سے ایک نازک مسئلہ حل ہوگیا۔

عقل وفہم کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث میں بھی ان کی مہارت خاص طور پر ممتاز تھی۔ 378 احادیث انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ ایک بار جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علیل ہوئے تو انہیں تکلیف میں دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی چیخ نکل گئی جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''مسلمان کے لیے مصیبت کے وقت چیخنا مناسب نہیں۔'' آپ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند موئے مبارک تبرکاً ایک چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ رکھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو پانی کا پیالہ لے کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہا وہ موئے مبارک پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں۔ اس کی برکت سے تکلیف دور ہوجاتی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا اس طرح موئے مبارک محفوظ رکھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گہری محبت وعقیدت کا اظہار ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے تمام امہات المومنین سے طویل عمر پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا 61 ہجری میں حیات تھیں جب کربلا کا المناک واقعہ پیش آیا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل کی لائی ہوئی کربلا کی خاک کو شیشی میں بند کر کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا تھا کہ جس دن یہ خاک سرخ ہو جائے سمجھ جانا میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیا گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا سالِ وفات 61ھ یا 63ھ ہے۔ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں آخری آرام گاہ ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی اولاد نہ تھی۔

## حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ جحش

بلند حوصلہ، پیکرِ جود وسخا خاتون جن کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کرنے کا اعلان کیا اور جن کی ذات زمانہ جاہلیت کی کئی ظالمانہ رسوم کے استیصال اور کئی تاریخ ساز اصلاحات کا وسیلہ بنی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا سابقون الاولون میں سے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے خاندان والوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچیں۔ رشتے کی قرابت کی بنا پر وہ حضور ﷺ کی کفالت اور سرپرستی میں رہیں۔

4 ہجری میں حضور اکرم ﷺ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا پیغام بھیجا جس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر والوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ ان کا نسب ہمارے نسب سے کمتر ہے اور وہ ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔ حضرت زیدؓ باپ کی طرف سے بنی کلب اور ماں کی طرف سے قبیلہ بنی طے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ دونوں قبیلے عرب کے معزز اور باوقار قبائل میں شامل تھے لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ بچپن میں ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے۔ انہوں نے عکاظ کے بازار میں انہیں غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے نے انہیں خرید کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آ گئے۔ کئی سال کی جستجو کے بعد جب ان کے گھر والے انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے مکہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں طلب کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آزاد کر دیا اور انہیں اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی طرف سے پیغام بھیجا تو یہ مالی طور پر بھی کافی مستحکم ہو چکے تھے چنانچہ یہ شادی بے جوڑ نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام یقیناً کسی حکمت کی بنا پر بھیجا تھا اس لیے اس پر اصرار کیا۔ اللہ نے بھی اس فیصلے کی تائید میں فرمایا ''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں پھر انہیں اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔'' (سورہ احزاب:36)

اس ارشادِ خداوندی کو سنتے ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں نے اطاعت میں سر جھکا دیا۔ اس فیصلے کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ زمانہ جاہلیت کی اس رسم کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے کہ ایک اعلیٰ نسب کی خاتون کا نکاح کسی آزاد کردہ غلام سے نہ ہوسکتا تھا۔

نکاح کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طبیعتوں میں اختلاف کے باعث باہمی الفت و محبت پیدا نہ ہوسکی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان حالات کی بابت پریشانی کا اظہار کرتے تو آپ ﷺ انہیں صبر و حوصلہ کی تلقین کرتے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ''اے نبی ﷺ یاد کرو جب تم اس

شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو اور اللہ سے ڈرو۔" (احزاب:37)

لیکن بہت دیر تک یہ نبھانہ ہو سکا اور شادی کے ایک سال بعد ہی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اب اللہ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ عدت کی مدت مکمل ہونے پر انہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا ہوگا تاکہ جاہلیت کی ایک اور رسم کا خاتمہ کیا جاسکے کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اس کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کو ناجائز قرار دیا جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وقتی طور پر اس حکم کے بارے میں تذبذب کا شکار ہوئے کیونکہ منافقین اس وقت دین اسلام اور نئے نئے قائم کردہ مسلم معاشرے کے خلاف پراپیگنڈے اور طعن و تشنیع کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور اس طرح دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کرتے تھے جو دین حق کی طرف مائل ہو رہے ہوتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ذہنی کیفیت کو اللہ کے فیصلے کے حق میں تبدیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ترجمہ: "اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا ہے۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔" (احزاب:37)

اور فرمایا:

"پیروی کرو اس بات کی جس کا تمہارے رب کی طرف سے اشارہ کیا جارہا ہے۔" (احزاب:2)

اللہ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اس اقدام کے اٹھانے میں مزید آسانی یوں پیدا کی گئی کہ اللہ نے رہتی دنیا تک پڑھی جانے والی کتاب قرآن میں واضح طور پر فرما دیا کہ اس نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے پڑھا دیا ہے۔ ترجمہ: "جب زید (رضی اللہ عنہ) اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا (یعنی اس کی طلاق کی عدت پوری ہو چکی) تو اے پیارے نبی ﷺ ہم نے اس مطلقہ خاتون کا نکاح (خود) تم سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے۔ (سورہ احزاب:37)

یوں اس نکاح کی فضیلت آپ ﷺ کے دیگر نکاحوں سے اس طرح بڑھ جاتی ہے کہ یہ رب عظیم نے خود کرایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جب یہ خوشخبری سنائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا تشکر کے جذبات سے لبریز ہوگئیں۔ نبی ﷺ کی راہ میں بھی اب کوئی بات مانع نہ رہ گئی چنانچہ آپ ﷺ اس وحی کے بعد سیدھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اجازت لیے بغیر گھر میں داخل ہوگئے۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی حرم ہیں۔ آسمانوں پر فرشتوں کی گواہی میں پڑھائے گئے اس نکاح کا ولیمہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ نے بہترین کیا۔ واضح ہو کہ اللہ کی طرف سے خود پڑھایا گیا یہ نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار ازواج حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حرم نبوی میں موجود ہوتے ہوئے پانچواں نکاح تھا۔ اللہ کا اسے خود پڑھانا اس بات کا بھی ثبوت تھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو چار سے زائد شادیوں کی اجازت خود دی ہے۔

اُم المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نہایت دیندار پرہیزگار اور حق گو خاتون تھیں۔ ان کے ان اوصاف کا اعتراف خود نبی کریم ﷺ نے کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیدہ رضی اللہ عنہا سے کچھ تلخ کلامی ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ انہیں کچھ نہ کہو یہ 'اواہ' ہیں یعنی کثرت سے عبادت کرنے والی اور خدا سے ڈرنے والی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی خوبیوں اور کمالات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

"میں نے دین کے معاملے میں زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی عورت نہیں دیکھی۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا چمڑے کی ماہر دستکار تھیں۔ اپنی محنت سے جو کچھ کماتیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔ نہایت فیاض اور دریا دل تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار فرمایا کہ: "میری ازواج میں سب سے پہلے تم میں سے وہ میری وفات کے بعد مجھے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں" یہ سن کر سب ازواج نے لکڑی سے اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے وفات پائی تو سب کو پتہ چلا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ کرنا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا 20 ہجری یا 21 ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 53 برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔

## حضرت سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام 'برہ' تھا اور آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو مصطلق سے تھا اور آپ رضی اللہ عنہا قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ قریش نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی پالیسی کے تحت اس قبیلے کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جس کے نتیجے میں اس قبیلے نے مدینے پر یلغار کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضور ﷺ کو ان کے ارادوں کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک دستہ روانہ کیا جس نے اس قبیلے کے خلاف سخت کاروائی کی۔ قبیلے کا سردار حارث پسپا ہو کر بھاگ نکلا۔ فتح کے بعد مسلمانوں نے اس قبیلے کے تقریباً چھ سو یا آٹھ سو افراد قیدی بنا لیے۔ انہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کا شوہر مسافع بن صفوان بھی دورانِ جنگ مارا جا چکا تھا۔ مالِ غنیمت کی تقسیم میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت غیرت مند تھیں۔ کنیز بن کر رہنا آپ رضی اللہ عنہا کو گوارا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ کچھ

رقم لے کر انہیں آزاد کر دیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا لیکن حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس رقم کے نام پر کچھ بھی نہ تھا۔ رحمت اللعالمین ﷺ کی رافت و مہربانی کے متعلق آپ رضی اللہ عنہا نے سن رکھا تھا۔ امید رحمت پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ قبیلے کے سردار کی بیٹی کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا اور مدد کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا ''کیا تم اس بات کو پسند کرو گی کہ تم سے اس سے بہتر سلوک کیا جائے؟'' آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں تمہاری طرف سے فدیہ کی رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم آزادی حاصل کرنے کے بعد مجھ سے نکاح کر لو؟'' حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فدیہ ادا کر دیا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آزاد ہو گئیں۔ اتنے میں آپ رضی اللہ عنہا کا والد حارث جو جنگ سے بھاگ گیا تھا بیٹی کی اسیری کی خبر سن کر بہت سا مال و اسباب لے کر انہیں چھڑانے کے لیے آن پہنچا اور مال دے کر بیٹی کو ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''بہتر ہے اس کا فیصلہ تمہاری بیٹی خود کرے۔'' حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ کی غلامی میں دے دیا ہے۔'' حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اس وقت آزاد تھیں، چاہتیں تو والد کے ساتھ جا سکتی تھیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن سلوک نے ان پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اب وہ آپ ﷺ کی رحمت کے سائے سے دور نہ ہونا چاہتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی بیٹی پر اس مہربانی سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی اسلام قبول کر چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آ کر اُم المومنین کے اعزاز سے مشرف ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے اُم المومنین بنتے ہی تمام مجاہدین نے اپنے اپنے حصے میں آئے ہوئے اس قبیلے کے تمام قیدی آزاد کر دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر مبارک ثابت نہیں ہوا کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے تمام بنی مصطلق کو غلامی سے نجات حاصل ہوگئی۔'' اس نکاح کے بعد بنی مصطلق نے کبھی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا اور بیشتر لوگ مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اب تک ناز و نعمت میں گزری تھی لیکن اب اگرچہ انہیں وہ احترام و اعزاز حاصل تھا جس کی نظیر دنیا میں نہیں تھی لیکن بظاہر ان کی زندگی میں ایک بڑا تغیر آ چکا تھا۔ کھجور کے پتوں کی چھت اور کچی اینٹوں کے حجرے میں ایسی زندگی بسر کرنا تھی جہاں کئی کئی وقت کے فاقے بھی آتے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے نہایت صبر سے بلا شکایت بلکہ برضا و رغبت اس زندگی کو قبول کیا۔ پہلے سے ہی صالح طبیعت میں قبولیت اسلام کے بعد مزید اعلیٰ اوصاف پیدا ہو گئے۔ ذکر و عبادت اور انابت و تلاوت کا ذوق و شوق ان کے قلب و روح پر کچھ ایسا چھا گیا کہ ان کے دیگر تمام اعمال و اشغال ختم ہو کر رہ گئے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے صبح کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ ذکر و عبادت میں مشغول تھیں اور جب چاشت کے وقت واپس آئے تو وہ اس وقت بھی عبادت میں مشغول تھیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا 50 ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 7 احادیث مروی ہیں۔

## حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ ہے۔ یہ سردار مکہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں اور والدہ کا نام صفیہ بنت العاص ہے جو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ اس طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے 17 سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے دونوں میاں بیوی نے اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر بہت سی تکالیف برداشت کیں۔ جب کفار مکہ کے ظلم و ستم حد سے بڑھنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت کرنے والوں میں یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔ حبشہ پہنچ کر دیگر مسلمانوں کو تو سکون و آرام میسر آ گیا لیکن حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شوہر عیسائیوں کی صحبت میں شراب و بدکاری کا رسیا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا بہتیرا سمجھاتیں لیکن وہ نہ سنتا۔ بالآخر مرتد ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے سخت رنج پہنچا۔ غریب الوطنی میں تنہا اور سخت مجبور ہو گئیں لیکن دین حق پر ہر حال میں استقامت اختیار کیے رکھی۔ دس سال انہی مصائب سے لڑتے گزر گئے۔ شوہر کثرت شراب نوشی سے مر گیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جاں نثار صحابیہ کے ان مصائب کی خبر ہوئی تو انہیں سخت رنج ہوا۔ عدت کی مدت پوری ہوتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کے ذریعے آپ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا جسے آپ رضی اللہ عنہا نے خوشی خوشی قبول کیا۔

سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر جو بے پناہ اذیتیں بڑے صبر سے برداشت کی تھیں وہ بارگاہ خداوندی میں یوں مقبول ہوئیں کہ انہیں اُم المومنین بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ جو حبشہ میں موجود تھے، کو محفل میں بلایا۔ خود خطبہ پڑھا اور سب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ یہ 7 ہجری کا سال تھا۔ کچھ ہی دنوں بعد نجاشی نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ

اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ پہنچا دیا۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا 37 سال کی عمر میں حرم نبوی کی زینت بنیں۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت کی مالک تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں سب سے بڑھ کر محبت وعقیدت تھی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک بار آپ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ آئے تو بے تکلف اپنی بیٹی سے ملنے چلے آئے اور بستر نبوت پر بیٹھ گئے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی ذرا بھی پروا نہ کی اور یہ کہہ کر اپنے باپ کو بستر سے اٹھا دیا کہ ''یہ بستر نبوت ہے میں کبھی یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس بستر پر بیٹھے۔''

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت دلیر بھی تھیں۔ عثمانی دورِ خلافت میں جب بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہوئے اور ان کا گھر گھیرے میں لے کر ہر طرح کا کھانا اور پانی اندر جانے کا راستہ بند کر دیا تو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ایک پانی کا مشکیزہ اور کچھ کھانا لے کر خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑیں۔ راستے میں فسادیوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو روک لیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے مزاحمت کی تو ظالموں نے آپ رضی اللہ عنہا کو زدوکوب کیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا خچر سے گرتے گرتے بچیں۔

سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 72 سال کی عمر میں 44 ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی سابق شوہر سے ایک بیٹی حبیبہ تھیں جن کے کنیت سے آپ رضی اللہ عنہا کا نام اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مشہور ہے۔

## حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی

آپ رضی اللہ عنہا کا اصلی نام زینب تھا۔ نکاح کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام صفیہ رکھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے سردار اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں کا نام ''ضرہ'' تھا۔ یہ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا سابق شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہوگیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگ خیبر میں اسیر ہو کر آنے والے یہودیوں میں شامل تھیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے طلب کیا۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا چونکہ تمام اسیرانِ جنگ میں سب سے ذی وقعت تھیں۔ اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ صفیہ رضی اللہ عنہا بنی قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہیں۔ خاندانی وقار ان کے ہر پہلو سے عیاں ہے' وہ ہمارے سردار ﷺ کے لیے موزوں ہیں۔'' حضور ﷺ نے مشورہ کو پسند فرمایا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر واپس چلی جائیں اور چاہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آنا قبول کر لیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا باشعور خاتون تھیں۔ عرصہ سے اپنے یہودی باپ اور قبیلہ والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے برسرپیکار دیکھ رہی تھیں حالانکہ آپ ﷺ کی تمام نشانیاں ہو بہو وہی تھیں جو توراۃ میں آخری نبی کی مذکور تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن سلوک سے آپ رضی اللہ عنہا کو دلی یقین ہوگیا کہ یہ وہی نبی ہیں اور ان کے نکاح میں آنا باعث سعادت سمجھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقد میں آنا قبول کر لیا۔ 7 ہجری میں جنگ خیبر سے واپسی پر صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا کی گئی اور وہیں اگلے دن دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ اس بابرکت نکاح کے بعد یہودی پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان انصاری کے مکان پر ٹھہرایا۔ ان کے حسن و جمال کا چرچا سن کر ازواج مطہراتؓ اور دیگر خواتین انہیں دیکھنے آئیں۔

حضور اکرم ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر بہت خصوصی توجہ اور انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے اور اس قدر ان کا خیال رکھتے تھے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو غیرت آجاتی۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فاضل اونٹ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ اے زینب رضی اللہ عنہا تم اپنا اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا یوں تو بہت دریا دل اور سخی تھیں لیکن اس وقت غیرت کھا کر کہہ دیا کہ میں اس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہ دوں گی۔'' یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اس قدر خفا ہوگئے کہ کئی دن ان سے ناراض رہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم دونوں دربارِ رسالت میں تم سے بہت زیادہ عزت دار ہیں کیونکہ ہمارا خاندان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔'' یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ' حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی سرورِ دوعالم ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض وفات میں تمام ازواج مطہراتؓ حضور ﷺ کی عیادت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو

بے چین ہوگئیں اور عرض کیا۔ ''کاش آپ کی بیماری مجھے ہوجاتی۔'' دوسری ازواج نے ان کی طرف دیکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''واللہ وہ سچی ہے'' یعنی ان کا اظہارِ محبت نمائشی نہیں بلکہ سچے دل سے وہ یہی چاہتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کوئی عورت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اچھا پکانے والی نہیں دیکھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان 50 ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی' جنت البقیع میں دفن ہیں۔ ان سے دس احادیث مروی ہیں۔

## حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

ان کا اصل نام 'برہ' تھا۔ سرورِ عالم ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد میمونہ نام رکھا گیا۔ قبیلہ قیس بن عیلان سے تھیں۔ پہلا نکاح مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوا۔ ان سے طلاق کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ 7 ہجری میں ان کی وفات کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ حضرت میمونہ کی چار سگی بہنیں اور چار ماں شریک بہنیں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نکاح میں رہیں۔

1. حضرت ام الفضل لبابہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں جن کے بطن سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔
2. لبابہ الصغریٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔
3. حضرت اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب کے نکاح میں تھیں۔ جنگ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔
4. حضرت سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ان کی شہادت کے بعد حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا۔
5. سلامتہ بنت عمیس کا نکاح حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوا۔
6. اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جن کا نکاح سرورِ دو عالم ﷺ سے ہوا اور جو 4 ہجری میں وفات پا چکی تھیں۔
7. قریش کے مشہور سردار ابی بن خلف کے نکاح میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن عصماء تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے 7 ہجری میں عمرۃ القضا کے موقع پر ہوا۔ چھ ہجری میں جب مسلمان عمرہ کے قصد سے مکہ آنا چاہتے تھے تو کفارِ مکہ نے انہیں روک دیا اور صلح حدیبیہ میں طے پایا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کے لیے آئیں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہر سکیں گے۔ 7 ہجری میں جب مسلمان عمرہ کے لیے مکہ آئے تو ان کی تعداد اور شان و شوکت میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ کفارِ مکہ ان کا رعب و جلال اور اتنی بڑی جماعت کا نظم و ضبط دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لیے یہ امر کافی تھا کہ کل تک جن مسلمانوں اور ان کے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں مکہ سے نکلنا پڑا تھا آج ان کے جاہ و جلال کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اور ان کے پرانے ساتھی جو زمانہ جاہلیت میں ناپسندیدہ عادات میں مبتلا تھے آج کیسی پاکیزہ عادات و خصائل کے مالک بن چکے تھے اور ان کی شخصیت میں کیسا نکھار آچکا تھا۔ انہی دنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام الفضل کی بہن تھیں اور بیوہ ہو چکی تھیں، سے نکاح کی درخواست کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول کر لی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو مسلمان ہوچکی تھیں، عمرۃ القضا کی ادائیگی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آگئیں۔ اس نکاح نے اہل مکہ کے دلوں پر اور بھی گہرا اثر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کے ذریعے اہل مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے تناؤ اور کشمکش کو دور کر کے انہیں مصالحت و مفاہمت کا پیغام دینا چاہا۔ اس نکاح کے بعد اہل مکہ کے رویوں میں آنے والی تبدیلی نے ثابت کر دیا کہ مکہ اخلاقی' معاشرتی اور نفسیاتی لحاظ سے 7 ہجری میں عمرۃ القضاء اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ذریعے ہی فتح ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ 8 ہجری میں مکہ بغیر کسی مزاحمت کے آسانی سے فتح ہوگیا اور تمام اہل مکہ نے برضا و رغبت اسلام قبول کرلیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید کوئی نکاح نہ کیا۔ یہ ان کی حیات طیبہ کا آخری نکاح تھا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام نکاح جس مقدس مقصد کی تکمیل کے لیے کیے تھے یعنی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت' وہ پورا ہو چکا تھا۔

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت پرہیزگار' خداترس' عبادت گزار اور صلہ رحمی کے تقاضوں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا ''میمونہ رضی اللہ عنہا ہم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے مخلصانہ ایمان کی گواہی خود دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تینوں بہنیں مومنہ ہیں۔'' (یعنی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا)۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احکام شریعت کو اچھی طرح سیکھا اور تا عمر لوگوں کی شریعت میں رہنمائی کی۔ کئی روایات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں میں شرعی احکام کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا کرتی تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے 61 ہجری میں 81 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی کہ میری تدفین اسی مقام پر کی جائے جہاں مجھے سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں باریابی کا شرف حاصل ہوا یعنی مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 46 احادیث مروی ہیں۔